نور الحبیب ۲۰۰۵ء

جلد ۱

صاحبزادہ محب اللہ نوری

Scanned with CamScanner

میلادِ محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مرتب:

صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

مدیر ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور



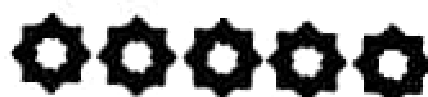
فقیہ اعظم پبلی کیشنز

دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور (اوکاڑا)

کتاب	میلادِ محسنِ اعظم ﷺ
مرتب	(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری
صفحات	112
بار اوّل	صفر المظفر 1426ھ/ مارچ 2005ء
کمپوزنگ	نوری کمپوزنگ سنٹر بصیر پور شریف (اوکاڑا)
طباعت	شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور
قیمت	روپے

فہرست

گلدستۂ نعت



أَلصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِہٖ

أَلصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِہٖ
وَ اللَّیْلُ دَجٰی مِنْ وَّفْرَتِہٖ
سحر طاری ہوئی ہے آپ کے ماتھے کی طلعت سے
یہ رونق رات نے پائی ہے زلفوں کی عنایت سے
فَاقَ الرُّسُلَا فَضْلًا وَّ عُلاً
أَھْدَی السُّبُلَا لِدَلَالَتِہٖ
بزرگی میں وہ سبقت لے گئے سارے رسولوں پر
کہ رستے دین کے روشن ہوئے ان کی ہدایت سے
کَنْزُ الْکَرَمِ مَوْلَی النِّعَمِ
ھَادِی الْأُمَمِ لِشَرِیْعَتِہٖ
خزانے بخششوں کے رحمتوں کے ملک ہیں ان کی
ہدایت یاب ساری امتیں ان کی شریعت سے
أَزْکَی النَّسَبِ أَعْلَی الْحَسَبِ
کُلُّ الْعَرَبِ فِیْ خِدْمَتِہٖ
نسب ان کا، حسب ان کا بہت ارفع، بہت اعلیٰ
شرف پایا ہے سارے عالموں نے ان کی خدمت سے

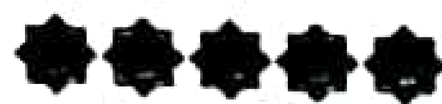
سَعَتِ الشَّجَرُ نَطَقَ الْحَجَرُ
شَقَّ الْقَمَرُ بِاِشَارَتِہٖ
شجر خدمت میں آئے، پتھروں نے بات کی ان سے
قمر شق ہو گیا ہے ان کی انگشت شہادت سے

جِبْرِیْلُ اَتٰی لَیْلَۃَ أَسْرٰی
وَ الرَّبُّ دَعٰی لِحَضْرَتِہٖ
شب معراج ان کے پاس جبریل امین آئے
بلایا رب نے ان کو عرش پر اپنی عنایت سے

نَالَ الشَّرَفَا وَ اللّٰہُ عَفَا
عَنْ مَّا سَلَفَا مِنْ اُمَّتِہٖ
انہی کے واسطے سے سب شرف پائے ہیں لوگوں نے
گناہ سب دور فرمائے ہیں رب نے ان کی امت کے

فَمُحَمَّدُنَا ھُوَ سَیِّدُنَا
وَ الْعِزُّ لَنَا لِاِجَابَتِہٖ
ہمارے سید و مولا محمد ﷺ ہیں، محمد ﷺ ہیں
کہ عزت ہے ہمارے واسطے ان کی اطاعت سے

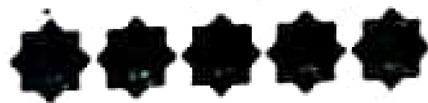
حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ
ترجمہ حکیم سرور سہارن پوری



ہے عیاں معنیٔ "لولاک" سے پایہ تیرا

اے کہ تھا نوح کو طوفاں میں سہارا تیرا
اور براہیم کو آتش میں بھروسا تیرا
اے کہ مشعل تھا ترا عالمِ ظلمت میں وجود
اور نورِ نگہِ عرش تھا سایہ تیرا
اے کہ پرتو ہے ترے ہاتھ کا، مہتاب کا نور
چاند بھی چاند بنا پا کے اشارا تیرا
گرچہ پوشیدہ رہا حسن تیرا پردوں میں
ہے عیاں معنیٔ "لولاک" سے پایہ تیرا
ناز تھا حضرت موسیٰ کو یدِ بیضا پر
سو تجلی کا محل نقشِ کفِ پا تیرا
چشمِ ہستی صفتِ دیدۂ اعمیٰ ہوتی
دیدۂ کن میں اگر نور نہ ہوتا تیرا
صلی اللہ علیک وسلم

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال



کچھ
بیاں
اپنا

مصلحِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مولودِ مسعود

ربیع الاوّل کا مبارک و مسعود مہینا پوری تاریخ انسانیت میں لازوال اہمیت کا حامل ہے---اسی ماہ کی ایک نورانی سحر، محسن عالم ﷺ بزم امکاں میں جلوہ افروز ہوئے---

باعثِ تکوین عالم، فخر آدم و بنی آدم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے قبل سارا جہاں کفر و شرک کی عمیق گہرائیوں میں ڈوبا ہوا تھا---ظلم و ستم کا دور دورہ تھا---شرافت و دیانت عنقا تھی---لوٹ مار، چوری، بد دیانتی، حیلہ گری اور وعدہ خلافی کو آرٹ سمجھا جاتا تھا---بچیوں کو زندہ درگور کرنا، قمار بازی، شراب نوشی اور زنا کاری اہل عرب کا محبوب مشغلہ بن چکا تھا---صدیوں کی برائیاں جڑ پکڑ چکی تھیں---قرنوں کے گناہ عادت بن چکے تھے---ہر طرف اندھیرا دکھائی دیتا تھا---روشنی کی ایک کرن کو آنکھیں ترس گئی تھیں---

الغرض، بدی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی---

یکا یک رحمت باری جوش میں آئی، محبوب خدا ﷺ کی جلوہ گری ہوئی---کائنات میں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ

عظیم انقلاب رونما ہوا---شب دیجور کے پردے چاک ہوئے---کفر و شرک کے اندھیرے دور ہوئے---فحاشی و عریانی کے بادل چھٹ گئے---ضلالت و گمراہی کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہوا---جان رحمت ﷺ نے انسانیت کو پستی سے نکال کر عظمت و رفعت کی معراج تک پہنچایا---بھٹکی ہوئی قوم کو راہ راست پر لگایا---دکھی دنیا کو امن و راحت کا پیغام دیا---اس کی ان بیڑیوں کو کاٹ پھینکا، جس میں وہ صدیوں سے جکڑی چلی آتی تھی---اسے جبر و تشدد اور خود ساختہ قوانین کے شکنجے سے نجات دلائی اور ایک ایسا اجتماعی نظام عطا کیا، جس میں نوع انسانی کی فلاح و نجات کا راز مضمر تھا---وہ مکمل ضابطۂ حیات دیا، جس میں رنگ، نسل، قوم اور وطن کی کوئی تفریق نہ تھی--- جو گورے سے لے کر کالے تک، معلم سے لے کر متعلم تک، راعی سے لے کر رعایا تک، آقا سے لے کر غلام تک، شہنشاہ سے لے کر فقیر بے نوا تک، زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے زندگی کے ہر موڑ پر قابل عمل ہے---

مصلح اعظم ﷺ نے بھٹکے ہوئے لوگوں کی اس انداز سے تربیت کی اور بگڑے ہوئے ماحول کو اس نہج پر استوار کیا کہ تاریخ کا دھارا بدل دیا---سوچ کے زاویے اور زندگی کے اصول تبدیل ہو گئے---عزتوں کے بیوپاری عصمتوں کے نگہبان بن گئے---شرابی، منع شراب کی تحریک کے ہیرو کہلائے---رہزن، رہبر ہوئے--- خائن، متدین ہوئے اور ان کے اندر احساس دیانت جاگ اٹھا---یہ حیرت زا انقلاب جس عظیم ہستی کے وجود باجود سے عالم آشکار ہوا، ماہ ربیع الاول انھی کے مولودِ مسعود کی یاد دلاتا ہوا منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتا ہے---

اس بار ماہِ یمن و سعادت ایک ایسے وقت طلوع ہو رہا ہے جب کہ شرق سے غرب تک امت مسلمہ عرصۂ امتحان میں ہے---کروسیڈی بش کی زیر قیادت یہود و ہنود و نصاریٰ اور دیگر طاغوتی قوتیں اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی عملی کاوشوں میں مصروف ہیں---امن و سلامتی کے دین---اسلام---کو دہشت گردی کا سمبل قرار دیا جا رہا ہے اور ایک سوچی سمجھی سازش کے ذریعے روشن خیالی اور جدت پسندی کی آڑ میں فحاشی، عریانی، بے راہ روی اور مادر پدر آزادی کے ایجنڈے پر مبنی لادینی نظام کو اصل اسلام قرار دیا جا رہا ہے اور یوں محسن انسانیت ﷺ کے دیے ہوئے نظام کی توہین و تذلیل اور اسے مسخ کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے---

عالم انسانیت، بالخصوص امت مسلمہ کی فلاح و بہبود اور عہد حاضر کے تمام معاملات و مسائل کا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

حل سرکار ابد قرار ﷺ کے دیے ہوئے نظام کے نفاذ میں مضمر ہے---

خدا کے آخری رسول اور کونین کے ہادی ﷺ کی پوری زندگی ہمارے لیے کامل نمونہ ہے، جس پر عمل پیرا ہو کر ہم مقصد حیات پا سکتے ہیں---

محسن کائنات ﷺ کا انسانیت پر جو احسان عظیم ہے، اس کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کی پیروی کی جائے---آپ ﷺ کا ذکر پاک حرز جاں بنایا جائے اور آپ ﷺ کا نام ہر زبان پر ترانہ بن کر گونجے---

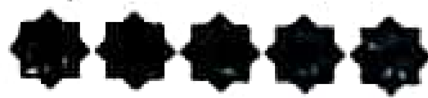
آیئے! میلاد کے مبارک و مسعود یوم میں یہ عہد کریں کہ ہم حضور ﷺ کے لائے ہوئے نظام سے اپنی زندگیوں کو منور کریں گے--- یہ تہیہ کریں کہ زبان کھلے تو ان کی ثنا کے لیے--- ہاتھ پاؤں حرکت میں آئیں تو ان کی رضا کے لیے---

اللہ تعالیٰ ﷻ ہمیں ربیع الاول کی برکات اور سرکار ابد قرار ﷺ کی سیرت طیبہ کے انوار و تجلیات سے مستفید و مستنیر ہونے کی سعادت ارزانی فرمائے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اصحٰبہ اجمعین

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

مدیر اعلیٰ ماہنامہ نور الحبیب



عید میلاد النبی ﷺ

حسن بخشِ محفلِ امکاں ہے میلاد النبی
زینت صحنِ ریاضِ جاں ہے میلاد النبی

نوعِ انساں کو عطا کیں حق نے صد ہا نعمتیں　　دیں ہمیں اس معطیٔ مطلق نے کیا کیا نعمتیں
قلب کی تسکین ، آنکھوں کا اجالا نعمتیں　　بیش قیمت ، دل نواز و روح افزا نعمتیں
حق کا ان سب سے بڑا احساں ہے میلاد النبی

بے ثمر صدیوں سے تھیں انسانیت کی کھیتیاں　　منتظر تھے ان کی آمد کے زمین و آسماں
بر سرِ فاراں ہوئی رحمت کی اک بدلی عیاں　　ہو گیا شاداب و فردوسِ نظر باغِ جہاں
ابرِ گل بار و گہر افشاں ہے میلاد النبی

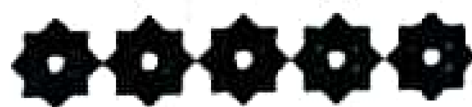
حق نما آئے ، نگوں اصنام باطل ہو گئے　　آشنا اپنے خدا سے ، تھے جو غافل ہو گئے
گلہ باں جو تھے، جہاں بانوں میں شامل ہو گئے　　بد ہوئے اچھے، جو ناقص تھے وہ کامل ہو گئے
فتحِ بابِ عظمتِ انساں ہے میلاد النبی

تذکرہ ان کی ولادت کا ہے زیبا تذکرہ　　آگہی افروز ، پُر کیف و دل آرا تذکرہ
ہو رہا تھا ، ہو رہا ہے اور ہو گا تذکرہ　　ہے خدا کا تذکرہ ، خیر الورا کا تذکرہ
زیب و زَینِ گلشنِ ایماں ہے میلاد النبی

لازمی ہم پر ہے شکرِ نعمتِ ربِّ جلیل　　ہے یہ محفل شکر احسان خدائے بے عدیل
محفلِ میلادِ حضرت پر فَحَدِّث ہے دلیل　　ہم غلاموں کی ہے یہ خوش قسمتی بے قال و قیل
عین حکم و حکمتِ قرآں ہے میلاد النبی

"محتاج رحمت شاہ حجاز" ۱۴۲۵ھ
"محتاجِ رحمتِ شاہِ بطحا" ۱۴۲۶ھ

محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری



صبح ولادت

حضرت مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمہ

دل جگمگا رہا ہے، قسمت چمک اٹھی ہے
پھیلا نیا اجالا ، صبح شب ولادت
پڑھتے ہیں عرش والے، سنتے ہیں فرش والے
سلطانِ نو کا خطبہ ، صبح شب ولادت
ہاں ، دین والو! اٹھو ، تعظیم والو! اٹھو
آیا تمہارا مولا ، صبح شب ولادت

[مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمۃ]

شش علامات

حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ شب میلاد میں نے چھ علامات دیکھیں:

1. پیدا ہوتے ہی آپ نے سجدہ فرمایا---
2. سجدہ سے سر اٹھا کر بزبان فصیح لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ کہا---
3. تمام مکان آپ کے نور سے روشن دیکھا---
4. جب میں نے غسل کرانے کا ارادہ کیا تو ہاتف نے آواز دی کہ اے صفیہ! تکلیف نہ کر، کیوں کہ ہم نے اسے غسل شدہ پیدا کیا ہے---
5. جب معلوم کرنا چاہا کہ نومولود لڑکا ہے یا لڑکی، تو دیکھا کہ آپ کا ختنہ ہوا ہوا ہے اور ناف کٹی ہوئی ہے---
6. جب قمیص پہنانے لگی تو آپ کے دو شانوں کے درمیان خاتم نبوت (مہر نبوت) کو دیکھا، جس پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا تھا---[۱]

مقام غور

رسول اکرم ﷺ دنیا میں تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے اپنے خالق کے لیے سر بہ سجود

ہوئے، معلوم ہوا کہ نماز انھیں بہت پیاری تھی۔ حدیث شریف میں ہے:

جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ---[۲]

"میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے"---

میرے پیارے بھائیو! اگر تم پیارے محبوب ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں مقبولیت چاہتے ہو تو آؤ، محبوب کے محبوب ترین عمل نماز پر اچھی طرح کاربند ہو جاؤ، نیز رسول اللہ ﷺ کو اپنی مثل سمجھنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ کیا تمہاری ولادت کے وقت بھی ایسی علامات ظاہر ہوئی تھیں---

فرشتوں کی آمد

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت کے وقت میں طواف کعبہ میں مشغول تھا، کعبہ معظمہ نے مقام ابراہیم کی طرف سجدہ کیا اور کہا:

اللہ اکبر اللہ اکبر! مجھے اب جاہلیت کی ناپاکیوں اور بتوں کی نجاستوں سے پاک کریں گے۔ تمام بت سر کے بل گر گئے---

ندا سنی کہ آمنہ کے گھر محمد ﷺ پیدا ہوئے، گھر جانے کے لیے جب صفا کی طرف سے مسجد حرام سے باہر آیا، تو غوغا سنا اور دیکھا کہ پرندے اور بادل مکہ مکرمہ کی طرف جمع ہو رہے ہیں، گھر پہنچتے ہی خوش خبری ملی، نومولود کو جب میں نے دیکھنا چاہا تو حضرت آمنہ نے عرض کی:

حضرت! کسی آنے والے نے کہا ہے کہ تین دن تک یہ فرزند کسی کو نہ دکھانا---

میں نے تلوار نیام سے کھینچی اور کمرے میں داخل ہوا تو ایک برقعہ پوش کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں تلوار ہے اور وہ کہہ رہا ہے:

اے عبدالمطلب! ٹھہرو، تا کہ ملائکہ مقربین اور مقام علیین کے فرشتے تیرے فرزند کی زیارت سے فارغ ہو جائیں---[۳]

مولانا حسن رضا خاں صاحب فرماتے ہیں:

عرش عظیم جھومے، کعبہ زمین چومے — آتا ہے عرش والا، صبح شب ولادت
آمد کا شور سن کر، گھر آئے ہیں بھکاری — گھیرے کھڑے ہیں رستہ، صبح شب ولادت
ہر جان منتظر ہے، ہر دیدہ رہ نگر ہے — غوغا ہے مرحبا کا، صبح شب ولادت
جبریل پر جھکائے، قدسی پرے جمائے — ہیں سرو قد ستادہ، صبح شب ولادت

بشارت رضوان

خصائص کبریٰ، مواہب، زرقانی اور فتاویٰ مولوی عبدالحی میں رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

لَمَّا وُلِدَ ﷺ قَالَ فِیْ اُذُنِهٖ رِضْوَانٌ خَازِنُ الْجِنَانِ اَبْشِرْ یَا مُحَمَّدُ فَمَا بَقِیَ لِنَبِیٍّ عِلْمٌ اِلَّا وَقَدْ اُعْطِیْتَهٗ فَاَنْتَ اَکْثَرُهُمْ عِلْمًا وَاَشْجَعُهُمْ قَلْبًا---[۴]

''جب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو جنت کے خازن نے آپ کے کان مبارک میں عرض کیا، اے بہت زیادہ تعریف کیے گئے! خوش خبری ہو کہ آپ کو تمام پیغمبروں کے تمام علوم ضرور عطا کیے گئے تو آپ علم میں سب سے فائق ہیں اور آپ اپنے دل کی بہادری میں سب سے ممتاز ہیں''---

فائدہ

اہل عرب کا یہ مسلمہ ضابطہ ہے کہ حرف نفی کے بعد نکرہ استغراق وعموم کا فائدہ دیتا ہے۔ یہاں لفظ ''نبی'' اور ''علم'' دونوں نکرہ ہیں اور ''ما'' نافیہ کے مدخول ہیں تو واضح ہوا کہ سرور دو عالم ﷺ کو بوقت ولادت تمام انبیائے کرام کے کل علوم حاصل تھے۔ وہ کتنے علوم تھے؟ یہ اندازہ ہمارے وہم و گمان سے وراء ہے۔ جب ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کا علم قرآن کریم سے پوچھا، تو ارشاد ہوا:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا---[۵]

''حضرت آدم کو تمام لغات کا علم عطا کر دیا گیا''---

جب حضرت نوح علیہ السلام کے علم کا سوال کیا گیا تو کلام الٰہی میں آپ کی دعا کی صورت میں معلوم ہوا:

اِنَّکَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا---[۶]

''اے میرے رب! اگر تو نے انھیں چھوڑا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور یہ فاجر و کافر ہی مریں گے''---

معلوم ہوا کہ مافی الارحام اور مافی الاصلاب سب آپ کے پیش نظر تھا---

جب ہم نے فرقان حمید سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معلومات جاننا چاہیں تو اس میں پایا:

کَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ---[۷]

''اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمان و زمین کا ملک دکھایا''---

ہمیں خیال آیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی وسعت علم کلام الٰہی سے جانیں تو معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص لے کر قافلہ جب مصر سے روانہ ہوا تو آپ کنعان میں بیٹھ کر فرما رہے تھے:

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ---[۸]

''بے شک ضرور میں یوسف کی خوش بو پاتا ہوں''---

کتاب منزل سے حضرت یوسف علیہ السلام کا علم پوچھا تو پتا چلا کہ آپ نے یہ فرمان سنا کر پندرہ برس پہلے بارش کی اطلاع دے دی تھی:

ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیْهِ یَعْصِرُوْنَ---[۹]

''پھر ان (چودہ برسوں کے بعد) ایک برس آئے گا، جس میں لوگوں کو بارش دی جائے گی اور اس میں رس نچوڑیں گے''---

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علم کا سوال کیا تو قرآن مجید نے سامری کے واقعہ میں واضح کر دیا کہ آپ نے واضح طور پر اپنی امت کے احوال پہچان لیے---[۱۰]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کشف کو جاننا چاہا تو کتاب مہیمن نے آپ کے اس مقولہ کا ذکر فرمایا:

وَ اُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ---[۱۱]

''میں تمہیں اس کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو تم اپنے گھروں میں چھپاتے ہو''---

بطور مثال چند آیات درج کی ہیں ورنہ ان کے علاوہ اور بھی کافی مقامات میں انبیائے کرام کے علوم کا بیان ہے---

شکم مادر میں سرکار کا علم

مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مذکور ہے کہ لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے اور میں ان کی تسبیح کی آواز سنتا تھا، حالانکہ میں شکم مادر میں تھا---[۱۲]

واضح ہو کہ دیوبندی کہتے ہیں کہ مولوی عبدالحی ہمارا مولوی ہے---

اب غور طلب بات یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب شکم مادر میں قلم اور فرشتوں کی تسبیح کی آواز سنتے تھے اور آپ کو بوقت ولادت باسعادت تمام نبیوں کے تمام علوم حاصل تھے تو آخر ظاہری حیات مبارکہ تک حاصل شدہ علوم کا کیسے اندازہ ہو سکتا ہے؟ جب کہ اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

وَ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی---[۱۳]

''اور بے شک ہر پچھلی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بہتر ہے''---

تو اب یہی کہا جا سکتا ہے---

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

آنکھوں سے نور کی چمک

حضرت سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب پہلی مرتبہ آپ کے پاس آئیں تو آپ نیند میں تھے، پیار سے آپ کے سینۂ اطہر پر جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہاتھ رکھا، تو

آپ نے مسکراتے ہوئے آنکھیں کھول دیں:

فَخَرَجَ مِنْ بَیْنِ عَیْنَیْہِ نُوْرٌ حَتّٰی دَخَلَ خِلَالَ السَّمَاءِ---[۱۴]

''آپ ﷺ کی آنکھوں سے نور نکلا، یہاں تک کہ وہ آسمان کے اندر داخل ہو گیا''---

حضرت حلیمہ سعدیہ کا دودھ

مواہب لدنیہ اور شواہد النبوۃ میں ہے کہ پرندے، درندے اور دیگر مخلوقات نے آپ کی خدمتِ تربیت چاہی کیوں کہ ندا ہوئی تھی:

طُوْبٰی لِثَدْیٍ اَرْضَعَہٗ---[۱۵]

''کتنا پاکیزہ ہے وہ پستان، جس نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا''---

مگر یہ قسمت حضرت حلیمہ سعدیہ کی تھی، پہلے آپ کا دودھ آپ کے لڑکے کو بھی ناکافی تھا، جب آپ نے حضور ﷺ کو اٹھا کر داہنی چھاتی سے لگایا، تو خوب دودھ اترا، جب بائیں جانب سے پلانا چاہا، تو آپ نے نہ پیا۔ آپ ہمیشہ ایک طرف سے ہی دودھ پیتے تھے۔ علماء کرام اس کا نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ جانتے تھے کہ ایک اور بھی دودھ پینے والا ہے۔ گویا شیر خوارگی میں ہی آپ نے عدل وانصاف کا سبق دینا شروع فرما دیا---

حجر اسود نے استقبال کیا

تفسیر مظہری شریف میں ہے:

وَ جَاءَتْ بِہٖ اِلَی الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ لِیُقَبِّلَہٗ فَخَرَجَ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنْ مَکَانِہٖ حَتّٰی اِلْتَصَقَ بِوَجْہِہٖ ﷺ---[۱۶]

''حضرت حلیمہ آپ ﷺ کو حجر اسود کی طرف لائیں تاکہ اسے بوسہ دیں تو حجر اسود اپنی جگہ سے نکل کر آپ کے چہرۂ اقدس سے چمٹ گیا''---

حجر اسود کا کمال، پیارے حبیب ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے ہے، اس لیے اس نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کو بوسہ دیا۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا---

کعبہ بھی ہے انھی کی تجلی کا ایک ظل روشن انھی کے عکس سے پتلی حجر کی ہے

سواری کی شان

حضرت سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، آپ ﷺ کو لیے، دراز گوش پر سوار ہوئیں، دراز گوش نے اس وقت کعبہ معظمہ کی طرف متوجہ ہو کر تین سجدے کیے، جب مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے تو بنی سعد کی باقی عورتیں پیچھے رہ گئیں، وہ بہت حیران ہوئیں کہ جب مکہ مکرمہ آرہی تھیں تو حلیمہ سعدیہ کی یہ سواری چل نہیں سکتی تھی، حضرت حلیمہ سعدیہ سے انھوں نے وجہ دریافت کی، تو بزبانِ فصیح سواری بولی:

اللہ کی قسم! آج میری بڑی شان ہے، میری موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے زندہ کیا، لاغری کے بعد اس نے مجھے فربہ کیا، اے بنی سعد کی عورتو! افسوس تم غفلت میں تھیں:

هَلْ تَدْرِیْنَ مَنْ عَلٰی ظَهْرِیْ؟ عَلٰی ظَهْرِیْ خَیْرُ النَّبِیِّیْنَ وَ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَ خَیْرُ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ وَ حَبِیْبُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ---[۱۷]

''تمہیں معلوم ہے کہ میری پشت پر کون ہے؟ میری پشت پر تمام نبیوں سے بہتر، رسولوں کے سردار، پہلوں، پچھلوں سے افضل، رب العالمین کے حبیب سوار ہیں''---

بکریوں کا کلام

مدارج میں ہے کہ بکریوں کے ریوڑ آ کر عرض کرنے لگے:

اے حلیمہ! جانتی ہو کہ تیرے رضاعی لڑکے زمین و آسمان کے پروردگار کے رسول اور حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد سے بہتر ہیں---[۱۸]

چراغ کی ضرورت نہیں

تفسیر مظہری میں الشمائل الجدیہ کے حوالہ سے مذکور ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

مَا کُنَّا نَحْتَاجُ اِلَی السِّرَاجِ مِنْ یَوْمِ اَخَذْنَاهُ لِاَنَّ نُوْرَ وَجْهِهٖ کَانَ اَنْوَرَ مِنَ السِّرَاجِ فَاِذَا احْتَجْنَا اِلَی السِّرَاجِ فِیْ مَکَانٍ جِئْنَا بِهٖ فَتَنَوَّرَتِ الْاَمْکِنَةُ بِبَرَکَتِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم---[۱۹]

''جس دن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، ہم چراغ کے محتاج نہ رہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ پاک کی شعاع چراغ سے زیادہ تھی۔ جب کبھی کسی مکان میں چراغ کی ضرورت ہوتی، تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں لے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے وہ مکان منور ہو جاتا''---

آپ پہلے ہی سے نور ہیں، جیسے آیات و احادیث سے ثابت ہے۔ پھر اس نور میں زیادتی ہی ہوتی رہی۔ چنانچہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

کَانَ یَنْزِلُ عَلَیْهِ کُلَّ یَوْمٍ نُوْرٌ کَنُوْرِ الشَّمْسِ---[۲۰]

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر روزانہ سورج کے نور کی مانند نور اترتا تھا''---

خوش بو کی مہک

السیرۃ الحلبیہ میں ہے:

عَنْ حَلِیْمَةَ لَمَّا دَخَلْتُ بِهٖ اِلٰی مَنْزِلِیْ لَمْ یَبْقَ مَنْزِلٌ مِنْ مَنَازِلِ بَنِیْ

سَعْدٍ اِلَّا شَمَمْنَا مِنْهُ رِيْحَ الْمِسْكِ---[۲۱]

''حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب میں آپ ﷺ کو اپنے گھر لائی تو قبیلہ بنی سعد کے تمام گھروں سے کستوری کی خوش بو ہم نے پائی''---

آپ ﷺ کی خوش بو کا احادیث طیبہ میں بہت زیادہ بیان ہے۔ اعلیٰ حضرت ﷫ نے فرمایا:

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل دیے ہیں، کوچے بسا دیے ہیں

آپ ﷺ کا دافع البلاء ہونا

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مذکور ہے کہ لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت ڈالی گئی، لوگ آپ کے معتقد ہوئے، جب کسی کو کوئی تکلیف ہوتی تو آپ کے ہاتھ کو پکڑ کر مقام تکلیف پر رکھتے، باذن اللہ تعالیٰ بہت جلد شفا ہو جاتی۔ اونٹ یا بکری بیمار ہو جاتی تو پھر بھی یہی علاج کرتے---[۲۲]

پتھروں اور درختوں کا سلام

تفسیر مظہری میں ہے:

وَ كَانَتْ حَلِيْمَةُ اِذَا مَشَتْ بِهٖ عَلٰى وَادٍ يَابِسٍ اِخْضَرَّ فِي الْوَقْتِ وَ كَانَتْ تَسْمَعُ الْاَحْجَارَ تَنْطِقُ بِسَلَامِهَا عَلَيْهِ وَ الْاَشْجَارَ تَحِنُّ بِاَغْصَانِهَا اِلَيْهِ---[۲۳]

''جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خشک وادی میں آپ ﷺ کو لے کر چلتیں تو اسی وقت وہ وادی سرسبز ہو جاتی اور پتھروں کو سنتیں کہ آپ ﷺ پر سلام عرض کر رہے ہیں اور درخت آپ ﷺ کی طرف اپنی شاخیں جھکا رہے ہیں''---

آپ ﷺ جب بڑے ہوئے تو اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریوں کو چرانے تشریف لے جاتے۔ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی کا بیان ہے:

مَا مَرَّ بِحَجَرٍ وَ لَا مَدَرٍ وَ لَا سَهْلٍ وَ لَا جَبَلٍ وَ لَا شَجَرٍ وَ لَا وَحْشٍ وَ لَا طَيْرٍ اِلَّا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ---[۲۴]

''آپ ﷺ کسی پتھر، ڈھیلے، نرم زمین، پہاڑ، درخت، وحشی جانور یا پرندے کے پاس نہیں گزرے، مگر اس نے کہا، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ''---

جب جمادات، نباتات اور حیوانات سرکار مدینہ ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں سلام عرض کرتے ہیں، تو ہم امتی جن پر آپ ﷺ کی خصوصی رحمت و شفقت ہے اور وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کا خصوصی حکم بھی ملا، کیوں نہ سلام کا نذرانہ عرض کریں---

آپ ﷺ کے رضاعی بھائی نے یہ بھی بیان کیا:

اِذَا جَاءَ اِلَی الْبِئْرِ وَ نَحْنُ نَسْقِی الْاَغْنَامَ یَعْلُوا الْمَاءُ اِلٰی فَمِ الْبِئْرِ وَ اِذَا قَامَ فِی الشَّمْسِ ظَلَّتْهُ الْغَمَامَةُ وَ تَاْتِی الْوُحُوْشُ اِلَیْهِ وَ هُوَ قَائِمٌ فَتُقَبِّلُهٗ---[۲۵]

''آپ ﷺ جب کوئیں کے پاس آتے، حالانکہ ہم بکریوں کو پانی پلا رہے ہوتے، پانی کوئیں کے منہ کی طرف چڑھ آتا اور جب دھوپ میں کھڑے ہوتے تو بادل سایہ کرتے اور آپ ﷺ کی طرف وحشی آتے، حالانکہ آپ کھڑے ہوتے تو وہ آپ ﷺ کو چومتے''---

حوالہ جات

۱......شواہد النبوۃ، علامہ جامی علیہ الرحمہ، صفحہ ۳۵، ۳۶

۲......طبرانی صغیر، جلد ۱، صفحہ ۲۶۲ ۳......شواہد النبوۃ، صفحہ ۳۶

۴......خصائص کبریٰ، جلد ۱، صفحہ ۳۹/ مواہب اللدنیہ، زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۱۱۵/ فتاویٰ مولوی عبدالحی، جلد ۱، صفحہ ۵۶ ۵......البقرۃ، ۲: ۳۱

۶......نوح، ۷۱: ۲۷ ۷......الانعام، ۶: ۷۵ ۸......یوسف، ۱۲: ۹۴

۹......یوسف، ۱۲: ۴۹ ۱۰......طہ، ۲۰: ۸۵ ۱۱......آل عمران، ۳: ۴۹

۱۲......مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی، جلد ۱، صفحہ ۴۳ ۱۳......الضحیٰ، ۹۳: ۴

۱۴......مواہب اللدنیہ، زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۱۴۳/ السیرۃ الحلبیہ، جلد ۱، صفحہ ۸۶/ مدارج النبوۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۹/ الانوار المحمدیہ، صفحہ ۲۹

۱۵......مواہب اللدنیہ، جلد ۱، صفحہ ۱۴۰/ شواہد النبوۃ، صفحہ ۳۷

۱۶......تفسیر مظہری، جلد ۶، صفحہ ۵۲۸

۱۷......السیرۃ الحلبیہ، جلد ۱، صفحہ ۸۶/ مواہب اللدنیہ، زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۱۴۴/ الانوار المحمدیہ، مدارج النبوۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۰ ۱۸......مدارج النبوۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۰

۱۹......تفسیر مظہری، جلد ۶، صفحہ ۵۲۸

۲۰......مدارج النبوۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۱/ السیرۃ الحلبیہ، جلد ۱، صفحہ ۸۷

۲۱......السیرۃ الحلبیہ، جلد ۱، صفحہ ۸۸ ۲۲......السیرۃ الحلبیہ، جلد ۱، صفحہ ۱۱

۲۳......تفسیر مظہری، جلد ۶، صفحہ ۵۲۸ ۲۴......نزہۃ المجالس، جلد ۲، صفحہ ۱۰۳

۲۵......تفسیر مظہری، جلد ۶، صفحہ ۵۲۸



ظہورِ قدسی --- خدا کی رحمتوں کا سرمدی لمحہ

پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری
مؤسس عالمی تحریک سیرت

وہ ایک ''لمحہ'' جو خدا کو بہت پیارا ہے --- ازل سے ابد تک کا سب سے پیارا لمحہ --- جی ہاں! قرآن یہی بتاتا ہے اور پیارا کیوں نہ ہو کہ وہ عرصۂ حیات کا سب سے قیمتی اور معتبر لمحہ ہے --- مخلوق پر خدا کے سب سے بڑے انعام کا لمحہ --- کون سا انعام؟ --- پڑھیے قرآن:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ --- [آل عمران:۱۶۴]

''بے شک اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے'' ---

اس آیت میں اور اس طرح کی دیگر آیات میں کلمہ ''اذ'' استعمال ہوا ہے --- ''اذ'' سے

مراد ہے خاص لمحہ---اور ازل سے ابد تک کا سب سے خاص لمحہ وہ ہے، جب خدا کے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ زمین پر اترے---یہی اس آیت سے ظاہر ہے---ایک بار پھر اس کو پڑھیے اور دل کے لیے یہ گنگنایئے---لفظوں کی مٹھاس آپ کی روح میں اتر جائے گی اور حقیقت کی رعنائی پوری طرح آشکار ہو جائے گی---کہ جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند---وہی مخلوق پہ رب کا ''لمحۂ احسان'' ہے---اور اسی لمحۂ احسان کی تفصیل دکھانے کے لیے پورا قرآن اترا ہے---میں نے قرآن جتنی بار بھی پڑھا، اول سے آخر تک ہمیشہ اسی آیت کی تفسیر نظر آیا---اور اگر آپ کی چشم تصور بھی اس لمحے کی گہرائی میں ڈوب سکے تو یقیناً ایسا ہی نظر آئے گا---تو آیئے! کچھ دیر کے لیے ہم ظہور قدسی کی دل افروز ساعت کے جلوے سمیٹیں---

حکمت الٰہی کے سرمدی لمحے

خدائے قدوس تو زمان و مکان سے ماوراء ہے، لیکن تخلیق کا سارا عمل وقت کے لامتناہی بہاؤ کا حصہ ہے---ہر چیز کا وجود تین ابعاد (Dimension) رکھتا ہے اور یہ تینوں ابعاد وقت (Time) کے تابع ہیں---آئن سٹائن کے نظریۂ اضافت (Theory of Relativity) نے امرِ حقیقت کی آخری حد تک ثابت کر دیا ہے کہ جب سے خدا نے تخلیق کا سلسلہ شروع کیا، وقت کا دھارا بہنے لگا اور یہ بہاؤ لامتناہی ہے---وقت کا جو حصہ کسی فعل یا واقعہ (Event) سے جڑا ہو، وہ ایک اکائی (Unit) ہے اور قرآن حکیم میں کلمہ ''اذ'' کا استعمال انہی اکائیوں کی نشان دہی کرتا ہے---وقت کی ہر اکائی ایک آن یا ساعت ہے، اسی کو ہم ایک لمحہ، پل یا گھڑی کہتے ہیں---

وقت کا ہر لمحہ اپنے اندر رونما ہونے والے خاص واقع یا عمل کی بناء پر اہمیت اختیار کرتا ہے، ایسے بے شمار لمحات کی داستان ہمیں قرآن سناتا ہے---مثلاً

وہ لمحہ، جب خدا نے زمین پر اپنا خلیفہ بنانے کا فیصلہ کیا---[بقرۃ:۳۰]

وہ لمحہ، جب اس نے فرشتوں کو آدم کے روبرو سجدہ کرنے کا حکم دیا---[بقرہ:۳۴]

وہ لمحہ، جب خدا کے حضور پہلی قربانی پیش کی گئی---[المائدۃ:۲۷]

وہ لمحہ، جب خدا نے کافروں کے استیصال کے لیے زمین پر پہلا عذاب اتارا---[ھود:۴۰]

وہ لمحہ، جب خلیل اللہ علیہ السلام پر سب سے بڑی آزمائش اتری، وہ اس میں پورے سرخ رو ہوئے اور نوع انسانی کے لیے تابناک و درخشندہ مثال بن کر اسے سرخ رو کر گئے---[بقرۃ:۱۲۴]

وہ لمحہ، جب خدا نے اپنا گھر، کعبۃ اللہ بنایا اور اسے مخلوق کے لیے پناہ گاہ ٹھہرایا---[بقرۃ:۱۲۵]

وہ لمحہ، جب طور پر موسیٰ علیہ السلام کے لیے نورِ خدا چمکا اور کلامِ الٰہی اترا---[طٰہٰ:۱۰/بقرۃ:۵۳]

وہ لمحہ، جب خدا نے داؤد علیہ السلام پر زبور اتاری---[نساء:۱۶۳]

وہ لمحہ، جب سلیمان علیہ السلام کو خشکی وتری کی ہر چیز پہ حکمران بنایا---[سورہ ص:۳۶]

وہ لمحہ، جو حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے تکلیف کا مداوا لایا---[سورہ ص:۴۱]

وہ لمحہ، جب یونس علیہ السلام کو بطن ماہی سے نجات ملی---[الانبیاء:۸۷]

وہ لمحہ، جب زکریا علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور بڑھاپے میں فرزند ملا---[انبیاء:۸۹/مریم:۳]

وہ لمحہ، جب حضرت مریم علیہا السلام کو روح القدس (علیہ السلام) نے بیٹے کی بشارت دی---[مریم:۱۶]

وہ لمحہ، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے آسمان سے نعمتوں کا دسترخوان اترا---[المائدۃ:۱۱۴]

اور

وہ لمحہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا---[آل عمران]

غرض ہر وہ لمحہ، جب خدا جل جلالہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے، تو ''کُـــنْ'' کہتا ہے اور وہ کام ہو جاتا ہے---[یٰس:۸۲]

یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا، کہ تخلیق تو ایک مسلسل عمل ہے---

وہ لمحہ جب بہار اتری زمین پر

ہاں! یہ نعمتوں بھرے لمحے تو بہت سے ہیں، مگر قرآن بتاتا ہے اور صاف صاف لفظوں میں کھول کر بتاتا ہے کہ یہ سارے لمحے اپنی جگہ اہم سہی، پر ان میں سے کوئی بھی لمحہ ایسا نہیں، جسے خدا جل جلالہ اپنا ''خاص لمحہ'' ٹھہرائے اور مخلوق پر اس کا احسان جتلائے--- دیکھو! ازل سے ابد تک سارا وقت خدا کا ہے، مگر یہ سارا وقت ایک سا ہے--- سب لمحے برابر ہیں--- سوائے ''ایک'' کے اور وہی ایک تو لمحہ ہے، جسے رب تعالیٰ جل جلالہ نے کہا ہے ''اپنا''--- جو سب سے جدا ہے، سب سے بڑا--- وہ اکیلا لمحہ، جسے قرآن نے ڈنکے کی چوٹ پر ''خدا کا لمحۂ احسان'' بتایا ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ ....﴾---

وہ لمحہ، جب خدا نے مؤمنوں پر احسان کیا--- ہاں صرف ایک ہی لمحہ ایسا ہے، وقت کے بہتے دھارے کا سب سے حسین لمحہ--- رحمت کی برستی برکھا کا سب سے انوکھا قطرہ--- عرصۂ تخلیق کی لازوال ساعت--- تکمیل کائنات کی بے مثل آن--- ظہور قدرت کی انمول گھڑی---

ہاں! وہ سمے جب بہار اتری زمین پر--- ایسی بہار جس پہ نازاں ہے خود بہشت--- اس سے

پہلے جہان، ویران تھا--- فضاؤں میں پھریرے اڑ رہے تھے ظلمتوں کے--- یہ لمحہ آیا زندگی لے کر--- وداعِ ظلمت شب اور طلوعِ صبح نو بن کر--- چراغِ علم وہدایت کی تابشیں ہمراہ--- چمک اٹھا جہاں کا ذرہ ذرہ اس کی ضو سے--- اجالا ہے اسی کا روز وشب میں--- اسی سے بانکپن نکھرا زمیں کا--- گلوں میں رنگ، ستاروں میں روشنی اس سے--- ہر ایک حسن کے مظہر میں دل کشی اس سے--- یہ لمحہ جوہرِ آئینۂ تہذیب ہے--- سراسر نور ہے، تقدیس ہے--- اک علم کا منارہ ہے، جس سے رخِ حیات کا ہر زاویہ چمک اٹھا--- اک خیر کا معیار، جو دنیا میں حسنِ فکر ونظر لے کے آیا ہے--- ایک امن کا پیغام، جس سے جاں بلب انسانیت نے آشتی کا فیض پایا--- اک نور کی برسات، جس نے دل کو روشن کر دیا، آنکھوں کو بینا کر دیا--- اک لمحۂ انقلاب، جو--- خلق وتقدیر وہدایت سب کا حاصل--- جس نے ریگ زاروں میں زندگی بکھیری ہے--- یہ لمحہ، جو شعور آگہی ہے--- زمانہ اس کے حوالے سے رخ بدلتا ہے--- یہ لمحہ، جو محیط کن فکاں ہے--- اس کی کرنیں دو جہاں پہ چھائی ہیں--- وہ لمحہ، مطلعِ صبحِ ازل روشن ہے جس سے--- وہ لمحہ، چہرۂ شامِ ابد تاباں ہے جس سے--- زمانہ سارا عطا ہے اس ایک لمحے کی---

یہ لمحہ گر نہ ہوتا--- محفلِ ہستی نہ ہوتی--- حقیقت ظلمتوں میں کھوئی رہتی--- جبینوں پہ کبھی سجدے نہ کھلتے--- دلوں کی انجمن افسردہ رہتی--- نہ ہوتا رنگ گلشن میں، نہ سیاروں میں تابانی--- یہ لمحہ، جو عطا کے سب نرالے رنگ لایا ہے--- اسی کے فیض سے آراستہ بزمِ جہاں ہے--- افق سے تا افق ہے اس کی برکت کا ظہور--- یہ لمحہ، جو ازل سے تا ابد پھیلا ہوا ہے--- کاروانِ زندگی کی آخری منزل ہے یہ--- تصور میں یہ لمحہ جگمگائے تو بہاریں نکہتوں کے سب در کھول دیتی ہیں--- دلوں میں رنگ وبو کا سیل بے پایاں امنڈتا ہے--- وہ لمحہ، جس کی عظمت کا احاطہ ہو نہیں سکتا--- خدا ﷻ نے اس میں ہی سب دل نوازیاں بھر دیں--- جو سچ کہوں تو ہیں اپنی نشانیاں بھر دیں---

پوچھتے کیا ہو، یہ لمحہ کون سا ہے؟--- جادۂ ہستی ہے جس کی تابشوں سے نور نور--- ہاں! یہی لمحہ ہے، جب حسنِ ازل کا نور چمکا--- وہ لمحہ، سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں جب آفتاب اترا--- جو بہرِ مؤمناں بن کر رؤف آیا، رحیم آیا--- خطا پوش وعطا پاش وخلیق آیا، کریم آیا--- خدا نے پیار سے اس کو پکارا جس طرح چاہا--- وہ مزمل، وہ مدثر، وہ یٰس اور وہ طٰہٰ--- ہاں وہ لمحہ، جو میرے آقا ﷺ کی پیدائش کا لمحہ ہے--- وہ لمحہ، جو خدا ﷻ کی تکمیلِ خواہش کا لمحہ

ہے--- وہ لمحہ، دین جب اترا نبی ﷺ کی زندگی بن کر--- وہ لمحہ، جو کمال حسن کی ہے آخری منزل--- وہی ہے انقلاب زندگی کا جاوداں لمحہ---

ظہور قدسی کی برکات حد شمار سے باہر ہیں

حضور اکرم ﷺ نعمت اللہ ہیں--- آیت کریمہ:

﴿اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ کُفْرًا﴾--- [ابراہیم:۲۸]

کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

نِعْمَةُ اللّٰهِ مُحَمَّدٌ ﷺ---

''اللہ کی نعمت سے مراد حضور سید عالم ﷺ کی ذات گرامی ہے''---

پس دنیا میں حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری سب نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے--- یہی تشریف آوری ہے، جس کے طفیل دنیا، قبر، حشر، برزخ، آخرت، غرض ہر وقت، ہر جگہ، ہر آن ظاہری و باطنی نعمتوں سے ہمارے وجود کا ایک ایک ریشہ بہرہ مند ہے اور ہوگا---

ذرا سوچو تو سہی! اللہ جل جلالہ کا فضل و رحمت، کون سی نعمت اس حبیب کریم ﷺ کی ولادت سے بڑھ کر ہے، جس کے صدقے میں تمام نعمتیں، تمام رحمتیں، تمام برکتیں عطا ہوئیں---

حضور سید عالم ﷺ کا وجود اقدس سراسر برکت ہے، رحمت ہے، ہدایت ہے--- آپ ﷺ کے ظہور قدسی کی برکات حد شمار سے باہر ہیں--- دنیا کو آپ ﷺ کی بدولت علم، حکمت اور دانائی کا خزانہ ملا--- معرفت الٰہی کا راستہ کھلا--- خدا جل جلالہ کا آخری پیغام قرآن حکیم اترا--- نور ازل کا جلوہ چمکا--- توحید کا نکھرا تصور ملا--- خدا جل جلالہ کی رضا کا در کھلا--- عدل اور سچائی کا بول بالا ہوا--- اخلاق کریمانہ کی تکمیل ہوئی--- کائنات میں حسن اور فضیلت کا شاہکار چمکا--- دنیا والوں کو زندگی گزارنے کا بہترین نمونہ ''اسوۂ حسنہ'' ملا--- سلسلۂ نبوت اپنی انتہا کو پہنچا--- اور دین حق دنیا میں ہمیشہ کے لیے غالب ہوگیا--- حضور ﷺ کی ولادت محض ایک فرد کی ولادت نہیں، یہ تو دنیا اور آخرت کی سب نعمتوں کا ظہور ہے--- نسل آدم کے لیے ہر فضیلت، ہر انعام، ہر خوبی، ہر سعادت، ہر مرتبہ، ہر کمال اسی ظہور قدسی کا فیضان ہے--- مصطفیٰ ﷺ کی ولادت پر خدا نے اپنی مخلوق کے لیے سب خزانوں کے منہ کھول دیے--- آخری وحی قرآن حکیم اور اس کی شرح وحی نبوت یعنی حدیث نبوی اتری--- قرآن و حدیث کو سمجھنے اور ان کی روشنی میں قیامت تک پیدا ہونے والے سب مسائل کو حل کرنے کے لیے اجتہاد کی

دولت نصیب ہوئی--- بندوں کی روحانی ترقی اور تزکیہ نفوس کے لیے حضور ﷺ معلم بن آئے--- قیامت تک اولادآدم کے نفوس وارواح کا تزکیہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اور سنت مطہرہ کے ذریعہ ہوتا رہے گا--- محبت الٰہی اور قرب خداوندی کے رستے آپ ﷺ کے ظہور قدسی کی بدولت چمکے--- اور اب رہتی دنیا تک سب کے لیے چمکتے رہیں گے--- اولیاء اور اصفیاء راہوں پر حضور ﷺ کے نشان قدس کی پیروی اور آپ ﷺ کے دامان کرم کے سائے میں چلتے رہیں گے--- گناہ گاروں کے لیے بخشش کا وسیلہ اور شفاعت کبریٰ کا دروازہ حضور ﷺ کی ولادت طیبہ ہی سے کھلا--- آپ ﷺ آئے تو دنیا والوں نے بشارتیں پائیں، عافیت کی، امن کی، سلامتی کی، توبہ کی، کرم کی، دعاؤں کی قبولیت کی، رحمتوں کی، برکتوں کی، ان گنت نعمتوں اور بخششوں کی--- حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں--- آپ ﷺ آئے تو دنیا کے ہر شخص کو رحمت ملی--- نصوص متواترہ سے یہ بات آشکارا ہے کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، دینی یا دنیوی اور ظاہری یا باطنی، روز اول سے ابد تک، کسی بھی مخلوق کو ملی یا ملے گی، وہ صدقہ ہے اسی ذات گرامی کا--- وہ بٹتی ہے اور بٹتی رہے گی انہیں کے ہاتھوں سے--- ﷺ

ظہور قدسی سے دنیا نے کیا پایا؟

سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے نوع انسانی کے پاس کیا تھا؟--- مصرو بابل کی فرسودہ تہذیبیں، جو اگر اولاد آدم کے کسی کام آسکتیں تو وقت کے گردوغبار میں گم ہو کر فنا کے گھاٹ نہ اتر چکی ہوتیں--- ہندوستان کا آریائی نظام، جو اگر انسانی سماج کے لیے قابل قبول ہوتا تو آج آدھی سے زیادہ دنیا ہندو ہوتی--- اور خود ہندوستان اسے ٹھکرا کر سیکولرازم کی آغوش میں پناہ نہ لیتا--- چین کی دانش قدیم، جو اگر دانائی فراہم کر سکتی تو چین ہزاروں سال تک بھٹکتے رہنے کے بعد بالآخر کمیونزم اور الحاد کی وادیوں میں سرگرداں نہ ہوتا--- یونان کا فلسفہ، جو نوع انسانی کو مقصد حیات کا شعور دے سکا نہ کائنات اور زندگی کی حقیقت سے پردہ اٹھا سکا، نہ خالق کائنات کے وجود اور عظمتوں کا سراغ لگا سکا--- جس کا حاصل بس ایک دیومالائی فسانہ تھا یا جمہوریت اور شہری ریاست کا وہ نظریہ جو آج بھی اولاد آدم کے ہر آزار اور دنیا کے ہر تازہ فتنہ کی جڑ ہے--- رہا یورپ تو وہ اس وقت کوئی قابل ذکر شے ہی نہ تھا--- خود اہل یورپ کو اس بات کا اعتراف ہے اور یہ اعتراف یورپ کے ہر پڑھے لکھے شخص کو برملا اور بارہا کرنا پڑا کہ ان کے پاس جو کچھ اس وقت موجود ہے، سب محمد عربی ﷺ کا عطیہ اور فیضان ہے--- یہ اعتراف انہیں کیوں کرنا پڑا؟---

اس لیے کہ انسانی تاریخ اور تہذیب کا ہر چشمہ حضور محسن کائنات ﷺ کی سیرت طیبہ سے پھوٹا ہے--- یہ ایک ایسی اٹل حقیقت ہے، جس کی تردید آج کی معلوم دنیا میں موجود کسی بھی فرد اور قوت سے ممکن نہیں--- ہر وہ شخص جو بدن پر سر اور سر میں دماغ رکھتا ہے، جب تاریخ کا بے لاگ تجزیہ کرے تو سوائے اس کے اور کسی نتیجہ پر پہنچ ہی نہیں سکتا کہ نوع انسانی کو علم و دانش، تہذیب و تمدن اور نظام زندگی جو کچھ ملا، سب بارگہ سید الکونین ﷺ سے ملا---

اہل مغرب حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان سے تو محروم ہیں لیکن آپ ﷺ کے فیضان نبوت ہی سے زندہ ہیں اور اس لیے اعتراف عظمت پر مجبور--- ان کی بے بسی کا عالم یہ ہے کہ جن پیغمبروں پر وہ ایمان رکھتے ہیں، ان کے وجود اور تاریخی حیثیت کو ثابت کرنے سے بھی قاصر ہیں--- ان کے پاس اپنے انبیاء کی شخصیت اور سیرت کے بارے میں بھی صرف وہی معلومات قابل اعتماد اور مستند ہیں جو پیغمبر اسلام ﷺ کے ذریعہ انہیں حاصل ہوئیں--- ورنہ خود مغرب کے بعض محققین یہ چیلنج کر چکے ہیں کہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام) کوئی تاریخی شخصیات نہیں، بلکہ فرضی وجود ہیں--- اور یہیں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور نبی رحمت ﷺ سے پہلے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام نے اولاد آدم کو جو کچھ دیا وہ کہاں ہے؟--- جو لوگ اپنے انبیاء کے وجود اور شخصیت کے بارے میں کچھ نہ جانتے ہوں وہ ان کی تعلیمات کے بارے میں کیا جانتے ہوں گے؟--- یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار اپنی تعداد، ترقی اور طاقت کے لحاظ سے آج دنیا کی سب سے غالب اکثریت ہیں، مگر بایں ہمہ سب کے سب سیکولرازم یعنی لادینی نظام کا پرچار کرتے ہیں--- وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دیا ہوا کچھ بھی موجود نہیں--- حتیٰ کہ ان کی لائی ہوئی اصل کتاب بھی محفوظ نہیں رکھ سکے--- آج دنیا میں جو بائبل موجود ہے، وہ بعد میں ان کے حواریوں نے خود لکھی ہے اور اس کا ہر ایڈیشن لکھنے والے کے نام منسوب ہے--- یہی حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی کتاب تورات کا ہے--- اصل تورات بھی آج دنیا میں کہیں موجود نہیں--- تو ذرا سوچئے کہ بھلا جو قومیں اپنے انبیاء کی لائی ہوئی آسمانی کتابیں محفوظ نہیں رکھ سکیں، ان کے پاس انبیاء کا دیا ہوا اور کیا موجود ہو گا؟--- کچھ بھی نہیں--- تو پھر کیوں نہ ہم کچھ اور بھی زیادہ پر اعتماد لہجے میں اور زیادہ بلند آہنگ سے یہ اعلان کریں کہ آج دنیا کے پاس صرف وہی کچھ موجود ہے جو حضور سید عالم ﷺ نے اسے دیا ہے---

اور سچ تو یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے دنیا کو سب کچھ دے دیا ہے--- حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سارے انبیاء جو کچھ فرداً فرداً لے کر آئے تھے وہ سب حضور سید عالم ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین میں یک جا ہے--- اس طرح نوع انسانی کو آسمانی ہدایت کا سارا خزانہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کی پوری سیرت ہمیشہ کے لیے محفوظ اور مکمل شکل میں آں حضرت ﷺ کے ذریعہ عطا ہوئی--- آپ ﷺ سے پہلے انسانیت گمراہی کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی--- آپ ﷺ آئے تو ہدایت کا اجالا پھوٹا اور کائنات روشنیوں میں نہا گئی--- آپ ﷺ سے پہلے دنیا میں ہر جہالت نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے دنیا کو علم دیا اور ایسا علم دیا جس نے دنیا کی کایا پلٹ دی--- آپ ﷺ آئے تو انسانیت تہی دست تھی، آپ ﷺ نے اس کا دامن خزانوں سے بھر دیا--- حکمت اور دانائی کے خزانوں سے--- اخلاق اور اقدار کے خزانوں سے--- امن و عافیت کے خزانوں سے--- نیکی اور مسرت کے خزانوں سے--- نوع انسانی طرح طرح کی بندشوں میں جکڑی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے اس کی زنجیریں توڑیں اور بوجھ اتارے--- آدم کی اولاد گروہوں میں بٹی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے اسے محبت کی لڑی میں پرو دیا--- انسانیت شعور و آگہی سے محروم تھی، آپ ﷺ نے فہم و ادراک کے در کھولے، جذبہ و احساس کی توانائی بخشی اور انسان کو اس کی منزل دے دی--- غرض دنیا حضور ﷺ سے پہلے کیا تھی؟--- بس ایک ویرانہ--- خدا جل جلالہ نے اپنے محبوب ﷺ کی جائے پیدائش عرب کو صحرا بنایا ہے تاکہ وہ حضور ﷺ سے پہلے پوری دنیا کی ویرانی کا ایک نمونہ اور علامت نظر آئے--- پھر جب حضور ﷺ آئے تو کائنات میں ہر سو گل زار مہکنے لگے:

زہر آلود فضائیں تھیں ، نمو سے عاری
آپ ﷺ آئے تو بہار آ گئی ویرانوں میں

آیئے! اس بہار کی کچھ جھلکیاں دیکھیں:

1 تکمیل دین

نبی رحمت ﷺ کا ظہور تاریخ عالم کا سب سے عظیم واقعہ ہے، جس نے دنیا والوں کو ہدایت ربانی کا آخری تحفہ دیا اور ہمیشہ کے لیے صراط مستقیم پر ڈال دیا--- پہلے انبیاء کرام علیہم السلام اپنے ساتھ جو ہدایت ربانی لے کر آئے، وہ آنے والی نسلوں نے یکے بعد دیگرے ضائع کر دی---

آدم سے عیسیٰ تک کسی ایک پیغمبر کی تعلیم بھی محفوظ نہ رہ سکی--- لیکن پھر خدا ﷻ نے اپنے آخری پیغمبر کو بھیجا اور اس شان کے ساتھ بھیجا کہ ختم نبوت کو تکمیل دین سے ہم کنار کر دیا اور آپ ﷺ آئے تو نوع انسانی کو خدا کا آخری پیغام نصیب ہوا اور اس آخری پیغام نے ہدایت کی سب راہیں کھول دیں--- اب انسانیت کے لیے ترقی کا ہر امکان، کامیابی کی ہر تدبیر اور نجات کا ہر راستہ نبوت محمدی ﷺ سے وابستہ ہو گیا اور کیوں نہ ہو کہ آدم سے عیسیٰ تک جو دین آتا رہا، اب وہ حضور ﷺ کی ذات پر آ کر مکمل ہو گیا ہے اور نہ صرف مکمل بلکہ عملاً دنیا میں قائم اور ہمیشہ کے لیے مستحکم ہو چکا ہے--- حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے اولاد آدم کے نام اپنا آفاقی منشور جاری فرمایا اور اس کے ساتھ ہی خدا ﷻ نے تکمیل دین کی آیت قرآن میں اتار دی:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾--- [المائدہ:۳]

"آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کیا"---

یہاں اکمال دین سے مراد حقیقت دین کی تکمیل بھی ہے اور غلبہ واستحکام دین کی تدبیر بھی--- اسی آیت کریمہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اب اہل کفر کی طرف سے تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں--- اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی پیغمبرانہ جدوجہد کے نتیجہ میں اسلام نہ صرف عرب معاشرہ میں غالب آ گیا ہے، بلکہ عالمی سطح پر ہمیشہ کے لیے ایک برتر فکری نظام کی حیثیت سے محفوظ ہو گیا ہے--- اب دنیا کی کوئی طاقت اسلام کو مٹا سکتی ہے نہ اس میں کوئی تبدیلی پیدا کر سکتی ہے---

پیغمبر اسلام ﷺ کی غیر معمولی بصیرت اور طویل جدوجہد نے دین کو نظری اور عملی، ہر دو اعتبار سے محفوظ اور مکمل کر دیا ہے--- اب یہ دین تاریخ انسانی کی ایک زندہ حقیقت ہے، جسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا اور چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود اس کا ایک ایک جزو آج بھی اپنی اصل حالت میں محفوظ ہے، جسے اب رہتی دنیا تک کوئی مٹا نہیں سکتا---

2 آفاقی انقلاب

حضور سید عالم ﷺ نے تیئیس برس کے مختصر عرصہ میں جو انقلاب برپا کیا اس کی اور کوئی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی--- یہ ایک ہمہ گیر آفاقی اور دائمی انقلاب تھا، جس نے دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا کو اپنی آغوش میں لے لیا اور تاریخ کے بند دروازے کھول دیے--- اس انقلاب

نے سو سال سے بھی کم مدت میں نہ صرف دنیا کی دو بڑی طاقتوں، ایران و روم کو زیر کرلیا بلکہ ایشیا اور افریقہ سے لے کر یورپ کے قلب تک اپنی فتح کے پرچم لہرا دیے--- یوں تیئیس برس کی پیغمبرانہ جدوجہد سے برپا ہونے والا انقلاب نہ صرف تاریخ انسانی میں دائمی طور پر ثبت ہو گیا بلکہ اس نے خود اپنی ایک مستقل تاریخ پیدا کی--- اس انقلاب نے دین حق کو ایک ایسی تاریخی حقیقت بنا دیا، جسے کوئی جھٹلا سکے، نہ مٹا سکے--- آں حضرت ﷺ سے پہلے دین صرف ایک نظری حقیقت تھا، اس لیے ہر پیغمبر کے چلے جانے پر کچھ ہی عرصہ میں دین کی حقیقت لوگوں سے اوجھل ہو جاتی تھی مگر آں حضرت ﷺ نے دین کو ایک نظری حقیقت کے مرحلہ سے آگے بڑھا کر عملی انقلاب کی صورت ایک زندہ تاریخی واقعہ بنا دیا---

ہر زمانے اور ہر قوم کا ایک خاص مزاج اور اپنا ایک فکری سانچہ ہوتا ہے، جسے عام طور پر روح عصر کہا جاتا ہے--- قرآن نے اس کے لیے "شاکلہ" کا لفظ برتا ہے--- [سورۂ اسراء: ۸۴]

ہر دور کے لوگ اپنے زمانے کی خاص تمدنی روح اور فکری سانچے میں رہ کر جیتے ہیں--- ان کی سوچ، رویے اور کردار، ہر شے پر روح عصر کی چھاپ ہوتی ہے--- حضور سید عالم ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا جس تمدنی سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، اسے ایک لفظ میں شرک سے تعبیر کیا جاتا ہے--- عربوں کی زندگی کا نقشہ فرد سے لے کر معاشرہ تک ہر جگہ شرک ہی پہ استوار تھا--- وہ اسی منظر میں سوچتے اور اسی حوالے سے جیتے تھے--- حضور سید عالم ﷺ نے تیئیس برس کی طویل اور صبر آزما جدوجہد کے ذریعہ اس فکری سانچے کو توڑ دیا--- کائنات کی اس سب سے عظیم شخصیت نے اپنی توجہ، سوچ اور عمل کی سب قوتیں اس نقطے پر مرکوز کر دیں--- محنت، اخلاص اور قربانی کے ایسے لازوال نقوش صفحۂ حیات پر رقم کیے جنہوں نے بالآخر نوع انسانی کو اپنی گرفت میں لے لیا اور ذہن و دل بدل کر رکھ دیے---

فتح مکہ کے وقت کعبۃ اللہ میں رکھے ہوئے سارے بت توڑ کر آپ ﷺ نے ہمیشہ کے لیے شرک و بت پرستی کا خاتمہ کر دیا اور یوں انسانی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا--- پوری دنیا کا طرز فکر بدل گیا--- تہذیب و تمدن کا نیا سانچہ وجود میں آیا--- اخلاق و کردار کے نئے معیار اترے--- جذبہ و احساس کی نئی مہکار پھوٹی--- اخوت و محبت کے اجلے موسم آئے--- ایثار و ہمدردی کی پاکیزہ ہوائیں چلیں--- دنیا میں ہر سو انقلاب آیا اور زمانے کا چلن بدلا--- سوچ بدلی، رویے بدلے، رشتے بدلے اور رابطے بدلے--- قانون بدلے اور ضابطے بدلے، غرض:

Scanned with CamScanner

بدلی عمل کی شکل ، ارادے بدل دیے
اس نے تو کائنات کے جادے بدل دیے

3 امن عالم کا سویرا

حضور رحمت عالم ﷺ دنیا کے لیے امن و آشتی کی نوید بن کر تشریف لائے --- انسانیت ہزاروں سال سے کرب و اضطراب کے تپتے ریگ زاروں میں بھٹک رہی تھی، آپ ﷺ آئے تو رحمت کی گھٹا برسی اور دنیا امن و مان کا گہوارہ بن گئی --- میرے آقا ﷺ کے حسن تربیت کا اعجاز تھا کہ صحرائے عرب کے ظالم، جنگ جو اور فتنہ گر لوگ ساری دنیا میں امن و انصاف کے علم بردار بن کر پھیل گئے اور فضائے ہستی پر سکون و عافیت کی ردائے نورانی چھا گئی:

تیرے کرم نے ڈال دی طرحِ خلوص و بندگی
تیرے غضب نے بند کی رسم و رہِ ستم گری

حضور اکرم ﷺ نے اپنی تعلیمات اور عملی تجربات میں انسان کی فطری ضرورتوں کو پوری شدت اور اہتمام کے ساتھ پیش نظر رکھا --- اور قیام امن و انصاف کے لیے ایسے طریقے اختیار کیے جو انسان کی شخصی ضرورتوں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اس کے شعور اجتماعیت کو پروان چڑھائیں --- اور فرد کی اکائی کو قائم رکھتے ہوئے اسے معاشرہ کا جزو لاینفک بنا دیں تا کہ سماجی اقدار کو فروغ ملے اور دنیا میں امن و عافیت اور سکون و اطمینان کی دولت عام ہو ---

قرآن حکیم میں اس امر کا واشگاف اعلان کر دیا گیا ہے کہ حضرت سید عالم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری، کتاب اللہ کے نزول اور اسلام کو آفاقی دین بنانے کا اصل منشاء یہی ہے کہ انسانیت کے لیے امن و سلامتی کی راہیں کھول دی جائیں اور دنیا کو راحت و سکون کا گہوارہ بنا دیا جائے ---

چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ --- [المائدہ:۱۵،۱۶]

''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (ذات رسول ﷺ) اور روشن کتاب آئی ہے تا کہ ان کے ذریعے سے خدا تعالیٰ کی رضا چاہنے والوں پر امن و سلامتی کی راہیں واضح ہو جائیں اور وہ تاریکیوں سے نکل کر اجالوں میں آ جائیں'' ---

پس رحمت عالم ﷺ نے دنیائے انسانیت کو جو دین مرحمت فرمایا اور جس کے مطابق نظام

معاشرہ کو استوار کرنے کا عملی نمونہ پیش فرمایا، وہ سراسر امن و آشتی کا دین ہے--- اس کی تمام تعلیمات اسی محور پہ گھومتی ہیں--- حتیٰ کہ اس دین کا نام ''اسلام'' ہی امن و سلامتی کا مظہر ہے--- اور یہی اس دین فطرت کا مرکزی پیغام ہے---

پھر لفظ ''ایمان'' خود امن سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان قبول کرنے کا ثمرہ امن و آشتی ہے--- جو شخص دین فطرت کا حلقہ بگوش ہوگیا، وہ امن و آشتی کے الوہی سائے میں آ گیا--- یوں کہیے کہ حضور نبی امن و آشتی ﷺ کی بعثت دنیا کے لیے امن و آشتی کا اجالا لے کر آئی---

4 مزاج زندگی بدلا

رسول کریم ﷺ نے دنیا کو حسن اخلاق کی نعمت دی--- آپ ﷺ عظمت کردار کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں اور ہر لحاظ سے آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات پوری کائنات کے لیے معیار اخلاق ہے--- آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا اخلاق کا نام تو جانتی تھی اور چند اخلاقی فضائل سے بھی واقف تھی، مگر کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ اخلاق کا حقیقی معیار کیا ہے؟--- حسن اخلاق کی اعلیٰ منزل کون سی ہے؟--- اس کا آئیڈیل نمونہ کہاں ہے؟--- یوں اخلاق کا تصور مبہم بھی تھا اور مضمحل بھی--- آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور اپنے عمل سے دکھایا کہ حسن اخلاق کسے کہتے ہیں اور اس کا آئیڈیل معیار کیا ہے--- چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ---

''مجھے دنیا میں بھیجا ہی اس لیے گیا ہے کہ اخلاق کریمانہ کی تکمیل کر دوں''---

حضور اکرم ﷺ نے دنیا کو جو کچھ دیا وہ صرف قوانین اور ضوابط کا مجموعہ نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ایک خاص ذہن اور مزاج ہے--- آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کی شخصیت اور کردار کو الوہی سانچے میں ڈھال دیا--- انہیں ایک خاص فکری مزاج اور ذہنی رجحان (Attitude of Mind) عطا کیا جو ان کے تمام رویوں اور معاملات میں رچ بس گیا---

حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے عربوں کا مزاج تند و تیز، جھگڑالو اور فتنہ انگیز تھا--- وہ بات بات پر لڑتے اور اپنی غارت گری پر فخر کرتے--- حضور ﷺ رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے، آپ ﷺ نے عربوں کے جذبات کا رخ موڑا اور انہیں امن و آشتی کا علم بردار بنایا--- ان کے اندر تخلیقی اوصاف پیدا کیے اور بھلائی کی راہ پر لگا دیا--- ایک شخص کا نام ''زید الخیل'' یعنی زید شہ سوار تھا، آپ ﷺ نے اس کا نام بدل کر ''زید الخیر'' رکھ دیا اور اسے سراپا خیر بنا دیا---

یہی حال ہر مؤمن کا تھا، سب کو حضور ﷺ نے خیر کا جو یا بنا دیا---

5 جو نہ تھے خود راہ پر، اوروں کے ہادی بن گئے

حضور اکرم ﷺ نے عرب کے لوگوں کو زندگی کی پستیوں سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا--- وہ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بت پوجتے تھے، انہیں خالق کائنات کا نمائندہ اور زمین پر اس کا خلیفہ بنا دیا--- وہ قبائلی عصبیت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، انہیں عالم گیر انسانی اخوت کا داعی بنا دیا--- وہ رسوم ورواج کی تنگ نائیوں میں جیتے تھے، انہیں آفاقی تمدن کی لامحدود وسعتوں سے ہم کنار کیا--- وہ کسی قاعدہ وقانون سے آگاہ نہ تھے، انہیں الہامی شریعت سے فیض یاب کیا--- ان کی نظر بے آب وگیاہ خطے کی بنجر وادیوں میں مقید تھی، انہیں فارس وروم کی سونا اگلتی زمینوں پر تسلط بخشا--- وہ اجتماعی زندگی کے سلیقے سے محروم تھے، انہیں پاکیزہ معاشرت کی اعلیٰ اقدار کا امین بنا دیا--- وہ جو اونٹوں کو پانی پلانے کی باری پر جھگڑتے تھے اور سالوں تک جھگڑتے رہتے، انہیں خدائے واحد کے نام پر جہاد کی عظمت سے روشناس کیا--- وہ جو انسان کو کیڑے مکوڑے کی طرح بے وقعت اور حقیر جانتے تھے، انہیں عظمت بنی آدم اور تکریم انسانیت کا پیامی بنا دیا--- وہ جو عورتوں کو جنس بازار سمجھتے تھے، انہیں صنف نازک کی حرمت کا رکھوالا بنا دیا--- وہ جو شتر بے مہار کی طرح ہر سو لپکتے اور بے قید جیتے تھے، انہیں اطاعت، فرماں برداری اور ضبط نفس کا خوگر بنا دیا--- وہ جو خود غرضی، مفاد پرستی اور نفسانیت کی دَل دَل میں ڈوبے ہوئے تھے، انہیں خدمت، محبت اور ایثار کا پیکر بنا دیا--- وہ جو ظلم، بربریت اور فتنہ وفساد کی علامت تھے، انہیں امن، انصاف اور شائستگی کی تصویر بنا دیا--- وہ جو خود راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے تھے، انہیں پوری کائنات کے لیے ہادی ورہنما بنا دیا---

اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے:

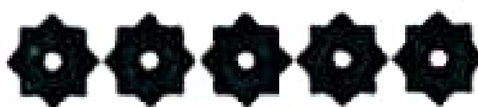
در فشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا ، آنکھوں کو بینا کر دیا
جو نہ تھے خود راہ پر ، اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا



میلاد مصطفیٰ ﷺ

چھایا ہے ابر رحمت ، اُمڈی ہوئی گھٹا ہے　　ماحول خوش نما ہے
اے ساکنانِ عالم ، مژدہ یہ جاں فزا ہے　　"میلادِ مصطفیٰ ہے"
تسبیح خواں ہے شبنم ، ہر پھول با وضو ہے　　اک سیلِ رنگ و بو ہے
نغمہ سرائے مدحت ہر موجۂ صبا ہے　　"میلادِ مصطفیٰ ہے"
والّیل کی وضاحت ، ہیں مشک بو ہوائیں　　مہکی ہوئی فضائیں
ہر چار سو اجالا، تشریحِ و الضحیٰ ہے　　"میلادِ مصطفیٰ ہے"
ٹوٹا ہے آج قصرِ نوشیرواں کا کنگرہ　　طاری ہوا ہے لرزہ
آتش کدہ جو روشن تھا ، آج بجھ گیا ہے　　"میلادِ مصطفیٰ ہے"
گونجے ہیں کاخ و کو میں صلوات کے ترانے　　آئے سے سہانے
جلوہ طرازِ عالم ، وہ جانِ مدعا ہے　　"میلادِ مصطفیٰ ہے"
اب مٹ گیا ہے کفر و الحاد کا اندھیرا　　پیدا ہوا سویرا
"بُشریٰ لکم" طلوعِ خورشیدِ حق نما ہے　　"میلادِ مصطفیٰ ہے"
وہ امن و آشتی کا پیغام لے کے آیا　　اسلام لے کے آیا
اسلام ہی ہمارے ہر درد کی دوا ہے　　"میلادِ مصطفیٰ ہے"
بعد از خدائے برتر ، برتر مقام اس کا　　پاکیزہ نام اس کا
تسکینِ جاں کا باعث ہے، روح کی غذا ہے　　"میلادِ مصطفیٰ ہے"
کوئی اس کی عظمتوں سے ہے آشنا تو رب ہے　　وہ لائق ادب ہے
مخدوم کے قلم کا سجدے میں سر جھکا ہے　　"میلادِ مصطفیٰ ہے"

منظور الحق مخدوم



ظہور نور

روایات میلاد--- عقل و نقل کی روشنی میں

سید مناظر احسن گیلانی

﴿قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ﴾---(المائدہ:۱۵)[۱]

﴿اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾---(الاحزاب:۵۶)[۲]

وقوع سے پہلے واقعات سے آگاہی

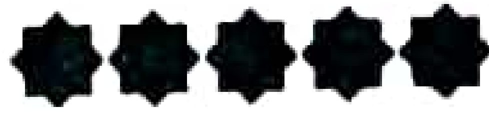
نیل کی سرسبز وادی میں ایک منظر پیش آتا ہے--- بوڑھی ماں، بوڑھا باپ اپنے گیارہ بیٹوں کے ساتھ ایک جلیل القدر، جمیل پیکر انسان کے سامنے جھکے ہوئے ہیں--- یہ واقعہ خدا جانے کب پیش آیا--- لیکن اس سے تقریباً چالیس پچاس برس پیشتر فلسطین کے ایک گاؤں میں ایک معصوم اور خوب صورت بچہ اپنے بزرگ باپ کی گود میں بیٹھا کہہ رہا تھا:

''ابا جان! رات میں نے عجیب تماشا دیکھا، خواب میں دیکھتا ہوں کہ سورج اور چاند اور ان کے ساتھ گیارہ ستارے میرے سامنے جھکے ہوئے ہیں''---[۳]

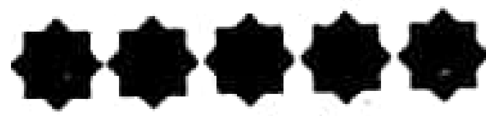
مقدس باپ بچے کے منہ پر ہاتھ رکھتا ہے اور گھبرا کر کہتا ہے:

''بیٹا! اس خواب کو کسی سے نہ کہنا'' ---[۴]

یہ کیا تھا؟ قرآن میں ہے کہ مصر ہی کا واقعہ تھا جس کی مثالی تجلی کنعانی بچے کی روح لطیف پر برسوں پہلے چمک گئی تھی---



اسی دریا کے ساحلی شہر میں دیکھا جاتا ہے کہ ایک مجرم سولی پر چڑھایا گیا ہے---تڑپ تڑپ کر اسی پر دم توڑتا ہے، گدھ گرتے ہیں، چیلیں منڈلاتی ہیں اور اس کے گوشت کو نوچ نوچ کر لے جاتی ہیں---قرآن میں ہے کہ اس واقعہ کے وقوع سے بہت پہلے جیل خانے میں جو ایک مجرم نے یہ دیکھا تھا کہ میرے سر پر روٹیاں ہیں اور پرندے اس کو اچک اچک کر لے جاتے ہیں[۵] وہ اسی واقعہ کی ایک دوسری تصویر تھی جو وقوع سے پہلے مرنے والے کو نظر آ گئی تھی---



سنہری مسہری پر ایک جابر بادشاہ لیٹا ہوا ہے---کیا دیکھتا ہے کہ سات موٹی موٹی گائیں سامنے آئیں، سات دبلی گائیوں کو نگل گئیں---اسی کے ساتھ وہ سات خشک اور سات ہرے خوشوں کو دیکھتا ہے[۶] اس پر ایک زمانہ گزر جاتا ہے--- ملک اس کا آباد ہے، سرسبز ہے، کھیتیاں ہری بھری ہیں، غلوں سے کوٹھے بھرے ہوئے ہیں کہ یکا یک قحط پڑتا ہے اور مسلسل سات سال تک رہ جاتا ہے---قرآن میں ہے کہ بادشاہ نے جو کچھ دیکھا تھا، وہ اسی قحط کی ایک مثالی صورت تھی، جو ہونے سے پہلے بادشاہی روح کو نظر آ گئی تھی---

کیا ایسا ہو سکتا ہے؟---انسانی فطرت میں جو عقل قرآن کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہے، اس کے نزدیک نہ صرف یہ ہو سکتا ہے بلکہ ایسا ہوا اور ہوتا رہتا ہے--- نیند ہی نیند میں نہیں بلکہ بیرونی حواس کے تعطل کی وجہ سے روح انسانی کو بلند پروازیوں کا کافی موقع ملتا ہے، اسی لیے بیداری میں بھی ہونے والے واقعات سے آگاہی کی صورتیں ان کے وقوع سے پہلے کبھی کبھی پیش آ جاتی ہیں اور پیش آتی رہتی ہیں---



کھجور کے ہرے بھرے باغوں کے جھنڈ میں ایک خوب صورت آبادی ہے، اس میں آسمان و زمین بلکہ آسمان و زمین کا جو حقیقی سرچشمہ ہے اس کی پیار و محبت کا مرکز رہتا ہے---دل کے اندھوں

کی ایک جماعت اس پاک اور پیارے قصبے کو گھیر لیتی ہے--- کنکریاں ہمالیہ سے ٹکرانا چاہتی ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ آبادی کے سامنے ایک گہری خندق کھودی جائے--- بات مان لی جاتی ہے، لنگوٹ باندھ کر پہاڑ کے کھوہ میں بھی ریاضت کی جاتی ہے، لیکن سرمست درویشوں کی یہ عجیب جماعت ہے کہ بجائے کھوہ کے میدان جنگ میں خندق کھودتی ہے اور سمجھتی ہے کہ اصل ریاضت یہی ہے--- برستے ہوئے بادل، کڑکتی ہوئی بجلیاں، جب اندھیری راتوں میں بیابان کو دہشت ناک بنادیتی ہیں، کہتے ہیں کہ دھیان جمانے میں ان سے غیر معمولی مدد ملتی ہے--- لیکن یہاں یہ خیال ہے کہ برستے ہوئے تیر، چمکتی ہوئی تلواروں کی چھاؤں میں توحید کی مشق زیادہ بہتر طریقے سے انجام پاتی ہے---

مجاہدہ و ریاضت ہی کے سلسلے میں خندق کی کھدائی کا یہ کام بھی ہے--- ماننے والے بھی کھدائی کے اس کام میں مصروف ہیں اور جس کو اپنا پیش وا اور سردار انہوں نے مان لیا ہے وہ بھی بخندہ جبیں ہاتھ بٹا رہا ہے--- جو کچھ وہ سب کر رہے ہیں، اپنی سرداری اور پیش وائی کا خیال کیے بغیر وہی سب کچھ وہ بھی انجام دے رہا ہے--- مٹی کھودنے، کھود کر ڈھونے اور باہر پھینکنے میں وہ بھی مشغول ہے--- کھدائی کا یہ کام جوش و خروش کے ساتھ یوں ہی جاری ہے کہ اچانک ان ہی میں سے ایک درویش جو ایران سے ڈھونڈھتے ہوئے ملکوں ملکوں، قبیلوں قبیلوں سے گزرتے ہوئے ان اُمّی عربی درویشوں میں آکر گھل مل گیا ہے--- اسی مبارک قصبے میں اس کو اپنی جان کے مطلوب، روح کے محبوب کا پتہ دیا گیا ہے اور یہیں پہنچ کر اس کے قدم تک پہنچنے میں وہ کامیاب ہو گیا تھا--- جسے خدا ہی جانتا ہے کتنے سالوں سے اس نے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا اور تلاش کیا تھا--- پھاوڑا جو اسی ایرانی درویش کے ہاتھ میں تھا، بجائے مٹی کے، پتھر کی ایک چٹان پر پڑتا ہے--- اچانک ایک روشنی چمک اٹھتی ہے، پھاوڑا پھر اسی پتھر پر چلا دیا جاتا ہے--- روشنی پھر چمک اٹھتی ہے، پھر پھاوڑا چلتا ہے اور روشنی چمکتی ہے--- تین تین دفعہ روشنی کی اس جگمگاہٹ نے آخر بے اختیار کر دیا اور مڑ کر اسی سے جس سے سب کچھ پوچھا جاتا تھا، روشنی دیکھنے والے نے پوچھا:

بابی انت و امی یارسول اللّٰہ! و قد رایت ذٰلک یا سلمان---

''یہ روشنی کیا تھی؟--- جواب میں فرمایا جاتا ہے، اے سلمان! کیا تم نے بھی یہ روشنی دیکھی؟''---

ہاں یارسول اللہ! یہ روشنی مجھے بھی نظر آئی--- اس کے بعد اس راز کا افشا کیا گیا کہ ایرانی

درویش کی روح میں بھی لطافت پیدا ہو چکی تھی--- جو کچھ آنے والے زمانے میں سب کی آنکھوں کے سامنے آنے والا ہے، اس کی ایک تجلی تھی جو اس وقت چمک اٹھی ہے--- پھر سمجھایا جا رہا تھا:

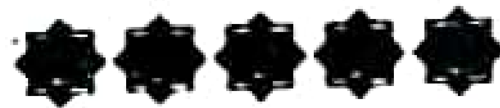
''پہلی روشنی میں یمن کھولا گیا، دوسری روشنی میں مغرب اور شام کھولا گیا، تیسری روشنی میں مشرق کھولا گیا''---

برسوں کے بعد جب یہ ممالک کھلتے اور فتح ہوتے چلے جاتے ہیں تو درویشوں کی اس ٹولی کا ایک وارُستہ مزاج درویش (رضی اللہ عنہ) یہ اعلان کرتا جاتا تھا:

فَوَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ بِیَدِهٖ مَا فَتَحْتُمْ مِنْ مَّدِیْنَةٍ وَ لَا تَفْتَحُوْنَهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ اِلَّا وَ قَدْ اَعْطَی اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِیْحَهَا قَبْلَ ذٰالِکَ--- (سیرت ابن ہشام، جلد ۱، صفحہ ۱۸۹)[۷]

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہ کی جان ہے کہ تم لوگوں نے جس شہر کو بھی فتح کیا یا جس کو قیامت تک فتح کرو گے، اس کی کنجیاں خدائے تعالیٰ عزوجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے دے چکا ہے''---

کیا یہ خواب میں دیکھا گیا؟--- سب جاگ رہے تھے، کام بیداری کی حالت میں انجام پا رہا تھا مگر سب نہیں دیکھتے--- انہوں نے دیکھا جو ایسی باتیں دیکھتے ہیں اور ان کے صدقے میں اس نے بھی دیکھا جو سب کچھ چھوڑ کر ان کے دروازے پر آ کر پڑ گیا رضی اللہ عنہ---



سورج گہنا گیا ہے، تاریکی یکا یک پھیل جاتی ہے، کوئی کچھ سمجھتا ہے اور کوئی کچھ، دہقانی گھبرا جاتے ہیں، کسی کو دنیا کی بربادی کا خطرہ ہے---

قسطنطنیہ کی رصدگاہوں میں سیاہ شیشوں سے آفتاب کے مستور حصے کی نمائش ہو رہی ہے---

یونان کے متکبر مسکرا مسکرا کر کہہ رہے ہیں کہ اب دو گھنٹے اور باقی ہیں کہ چاند، زمین اور آفتاب کے درمیان سے ہٹ جائے---

اسکندریہ کے منار پر طالب علموں کا ایک ہجوم ہے، پروفیسر گردنیں بڑھا بڑھا کر بتا رہے ہیں کہ دیکھو! اس وقت کس ملک میں کتنا حصہ قرص شمس کا چھپا ہوا ہوگا، جنوب میں اتنا، شمال میں اتنا---

ہندوستان کے تالابوں میں چوٹیاں بڑھائے ہوئے، لنگیاں باندھے لوگ تالابوں میں،

دریاؤں میں، ندیوں میں کود رہے ہیں--- ان میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی، ایک دوسرے کے ساتھ چہل میں مصروف ہیں، کسی کے جی میں آتا ہے تو کچھ دان بھی کر رہا ہے---

لیکن ان سب سے الگ، ایک ریگستانی آبادی میں نور کا ایک مجسمہ، ڈھلا ہوا پتلا، وقار و متانت کے ساتھ آفتاب و ماہ تاب کے سامنے نہیں، رصد گاہ اور دوربین کے آگے نہیں، بلکہ اسی کے آگے جس کے آگے سب کچھ ہے، وہ جھکا ہوا ہے، کثرت سے ہٹ کر وحدت کے نقطۂ نظر پر اپنے کو، اپنے سارے احساسات کو سمیٹے ہوئے ہے، اسی میں غرق اور ڈوبا ہوا ہے، اس کے پیچھے قدوسیوں کا ایک مجمع اسی نیاز عقیدت کے ساتھ عالم کی مرکزی قوت میں جذب ہو گیا ہے--- کسی کو کسی کی خبر نہیں ہے--- جیسے جیسے آفتاب کا مستعار نور گھٹ رہا ہے، سرمدی روشنی کے سمندر میں ہیجان پیدا ہو رہا ہے، حقیقت بڑھ رہی ہے، مجاز گھٹ رہا ہے--- جو نہ تھا وہ نہیں ہو رہا ہے اور جو تھا وہی ہو رہا ہے--- اس وقت دریائے نور میں جنبش ہوتی ہے--- آگے بڑھتا ہے، پیچھے ہٹتا ہے--- جب حال مقام سے بدل جاتا ہے، سکون پیدا ہوتا ہے تو لوگ پوچھتے ہیں کہ آپ آگے کیوں بڑھے اور پیچھے کیوں ہٹے؟--- آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنِّیْ اُرِیْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْھَا عُنْقُوْدًا وَ لَوْ اَصَبْتُهٗ لَاَ کَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا، وَ اُرِیْتُ النَّارَ فَلَمْ اَرَ مَنْظَرًا کَالْیَوْمِ قَطُّ اَفْظَعَ--- [بخاری، جلد ا، صفحہ ۱۳۱]

"میں نے جنت کو دیکھا اور ایک خوشہ انگور کا اس سے لینا چاہا اور اگر لے لیتا تو جب تک دنیا باقی ہے تم اس سے کھاتے رہتے اور مجھے جہنم بھی دکھائی گئی، آج سے زیادہ دہشت ناک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا"---

اس کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو جو قیام قیامت اور حساب و کتاب کے بعد ہی جہنم میں جائیں گے، ان ہی کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جہنم میں دیکھا--- جو واقعہ مستقبل اور آنے والے زمانے میں پیش آنے والا ہے، اس کے مکاشفے کی ایک شکل کے سوا اس مشاہدے کو اور کیا سمجھا جائے؟--- پھر یہی نہیں "الجنة" جس کی وسعت قرآن ہی کی رو سے آسمان و زمین کی وسعت کے جیسی ہے، اس کے لیے بھی مدینہ منورہ کی مسجد نبوی کی دیوار میں جگہ نکل آئی اور جہنم کے لیے بھی مشاہدہ قطعی ہے، لیکن اس مشاہدے کا تعلق علم و ادراک کے عام ذرائع سے نہیں ہے--- پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ان ساری جانی پہچانی عام اور مشہور روایات کو مانتے ہوئے ان

مشاہدات و مکاشفات سننے سے لوگوں میں وسوسے کیوں پیدا ہوتے ہیں؟--- جو خاتم النبیین سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کے میلاد مبارک کے سلسلہ میں بیان کیے جاتے ہیں---

آخر مصر کے قحط کو ایک جابر بادشاہ اس کے وقوع سے پہلے اگر دیکھ سکتا ہے، ایک مجرم قیدی اپنے سولی پانے کا تماشا مدتوں قبل جیل خانے کی بند کوٹھڑی میں بحالت خواب ملاحظہ کر سکتا ہے، حالاں کہ نظام تکوینی میں نہ مصر کے قحط کو چنداں دخل ہے اور نہ ایک معمولی قیدی کے سولی پانے کا واقعہ عالم کے سمندر مواج میں ایک ہلکے بلبلے سے زیادہ وقعت رکھتا ہے، مگر ان واقعات کو قرآن کی شہادت ہے کہ وقوع سے پہلے دیکھا گیا---

میلاد مبارک انکشاف صدیوں پہلے

"پھر کیا ہوا جب احمد سب قوموں کا جی نبی (۷-۱۱) آ رہا تھا تو دو ہزار سال پہلے سینا کے جلالی پیغمبر نے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ روشن شریعت ہاتھ میں لیے ہوئے (استثناء، باب ۳۳، ۲) آتے ہوئے دیکھا"---

بے شک یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار سال بعد یوں ظہور پذیر ہوا کہ آں حضرت ﷺ دس ہزار صحابہ کے جھرمٹ میں مکہ معظمہ کی گلیوں میں داخل ہوئے [۸] اور اسی واقعہ کی ایک غیبی تجلی تھی جس کا عکس قلب موسوی پر دو ہزار برس پیشتر ہی چمک اٹھا تھا---

یسعیا نبی فلسطین میں صدیوں پیشتر اعلان کرنے لگے:

"حکم پر حکم، قانون پر قانون، تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں ہوگا"---(۱۳-۲۸)

ہوا تو یہ سات آٹھ سو برس بعد کہ قرآن مجید کچھ مکہ میں اور کچھ مدینہ میں نازل ہوا، لیکن دیکھا گیا بہت پہلے، کیوں کہ اس سے زیادہ اہم واقعہ عالم ایجاد میں کوئی نہیں ہونے والا تھا اور ایک موسیٰ اور یسعیا کیا، ان صاف دلوں، پاک روحوں میں ایسا کون تھا جس نے ہنگامۂ تکوین کی اس سب سے بڑی موج کی جنبش کو نہیں دیکھا---

سلیمان کو "اس قسم کا بلند از بس شیریں اور وہ سراپا "محمد" (ستودہ صفات) نظر آیا [۹] داؤد (علیہ السلام) نے اس کے داہنے ہاتھ کے ہیبت ناک کام (زبور، باب ۴۵) مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ [۱۰] کے تماشے، جی نبی نے سب قوموں کو ملتے ہوئے (باب ۷-۲)، حضرت مسیح (علیہ السلام) نے سب کچھ کہتے ہوئے "سچائی کی ساری راہیں بتاتے ہوئے (یوحنا، باب ۱۳-۱۶) اپنے اپنے

عہد پاک میں دیکھا---[11]

ان لوگوں نے تو اس وقت دیکھا جب کہ وہ اس عالم سے دور تھا---لیکن جوں جوں وہ موج اعظم غیب کے پردوں کو چاک کرتی ہوئی، نقاب پر نقاب الٹی ہوئی عبدالمطلب کے صلب مبارک تک پہنچ گئی اور وہاں سے حضرت عبداللہ اور عبداللہ سے حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تک منتقل ہوئی تو کیا ہونا چاہیے تھا؟---

روایتیں نہ ہوتیں تو عقل سمجھتی کہ بہتوں نے اسے دیکھ لیا ہوگا---سیکڑوں پر اس کی ظاہر ہونے والی تجلی کسی نہ کسی شکل میں پرتوفگن ہوئی ہوگی---لیکن جب عقل کی تائید نقل سے ہو رہی ہے تو پھر ان واقعات کے بیان کرنے سے ''کنوؤں کے مینڈک'' ہی نہیں، بلکہ سمندر کے نہنگ بھی گھبراتے ہیں، شرماتے ہیں، دور از کار کہہ کر اس کو ٹالنا چاہتے ہیں---یا بقول شخصے، ہر نتھو خیرا جیسے پیدا ہوتے ہیں العظمۃ للّٰہ اسی طرح دنیا میں وہ پیدا ہوا تھا، جس کے لیے سب کچھ پیدا ہوا ﷺ---

حالاں کہ میں بتا چکا ہوں کہ مصر کے مجرم قیدی کے سولی کا واقعہ جب غیب میں کوئی نہ کوئی رنگ اختیار کر لیتا ہے جسے سلسلۂ موجودات میں کوئی اہمیت نہیں تو پھر قیاس کرنا چاہیے کہ عالم جس کے لیے ہے اور وہ جو سارے عالم کے لیے ہے اور خود حق کی زبان میں ہر ذرہ کائنات کے لیے جو رحمت ہے، اگر ظہور سے پہلے اسی کی غیبی تجلیوں کا کشف کسی کو خواب میں یا کسی کو بیداری میں ہوا تو اچنبھا کرنے والے کیوں پوچھتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا اور کیسے ہوا؟---میں یہ کہ مسلمانوں کو سچی جھوٹی روایات پر ایمان لے آنا چاہیے---محدثین نے تنقید روایات کے جو اصول مقرر کیے ہیں ان سے لاپرواہی اختیار کر کے میرا قطعاً مدعا یہ نہیں ہے کہ دیوانے جو کچھ پھیلاتے رہیں، اسے ابلہوں کا طبقہ بلا چون و چرا مانتا چلا جائے---

تاریخ و حدیث میں فرق

لیکن حدیث اور تاریخ میں فرق کرنا ضروری ہے---حدیث سے عقائد اور احکام پیدا ہوتے ہیں، اس لیے اس میں شدید احتیاط کی ضرورت ہے---لیکن تاریخ سے فقط واقعات معلوم ہوتے ہیں، پھر جس معیار پر عموماً تاریخی روایتیں جانچی جاتی ہیں، ان ہی پر میلاد مبارک کی روایتوں کو بھی چاہیے کہ جانچا جائے، کیوں کہ میلادی روایتوں سے نہ عقیدے کا پیدا کرنا مقصود ہے اور نہ کسی قانونی حکم کے استنباط میں ان سے کام لیا جاتا ہے---ایک واقعہ ہوا ہے بس اتنا ہی

ظاہر کرنا ہے اور اس کے لیے صرف یہ دیکھ لینا چاہیے کہ گردو پیش کے حالات اس کے مؤید ہیں یا نہیں؟--- اور یہ کہ واقعہ کے امکان کے لیے قریبی قرائن موجود ہیں یا نہیں؟--- اگر ہیں اور اس کے بعد ایسے ذرائع جن پر تاریخ میں اعتماد کیا جاتا ہے، ان کے توسط سے ہم تک کسی واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کی اطلاع پہنچتی ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس کے انکار کی گنجائش، عقل ہو یا منطق، آخر خواہ مخواہ کیسے اور کیوں پیدا کرے گی---

یہ ایک بڑا مغالطہ ہے کہ محدثین کی کڑی تنقید کا حربہ تاریخی روایتوں پر بھی چلا دیا جائے--- حالاں کہ اگر ایسا کیا جائے تو دنیا کی تمام تاریخیں نہ صرف قدیم زمانے کی بلکہ زمانہ حال کے متعلق جو تاریخی روایتیں جمع کی جاتی ہیں، یقین کیجیے کہ یکا یک ان کا سارا دفتر بے معنی ہو کر رہ جائے گا--- آخر کس قوم کی تاریخ اس طریقے سے مرتب ہوتی ہے کہ اس کے ہر واقعہ کی سند شاہد عینی تک مسلسل پہنچتی ہو--- پھر سلسلے کا ہر راوی صدوق (سچا)، متقی (پارسا)، قوی الحافظہ، عادل، ضابط، الغرض ہر قسم کی اخلاقی کمزوریوں سے بلند ہو اور حفظ روایت کے لیے اس کے پاس تمام فطری قوتوں سے ممکنہ حد تک آراستہ و پیراستہ ہو، اس کے حافظے میں، بیان کرنے میں، سمجھنے میں کسی قسم کا جھول نہ ہو---

اللہ اکبر! یونان و روما، ایران و ہند، عرب و اندلس کی تاریخیں تو خیر، ہمارے زمانے کی عالم گیر جنگوں کے حوادث جو گزر رہے ہیں، کیا ان میں پیش آنے والے واقعات، جن کا مؤرخین اپنی کتابوں میں ذکر کر رہے ہیں یا آئندہ کریں گے، محدثین کے تنقیدی معیار پر، واقعہ تو یہ ہے کہ ان کی تصحیح آسان نہیں ہے--- احکام و قوانین جن حدیثوں سے پیدا ہوتے ہیں، ان کو اپنے مقررہ معیار پر جانچ جانچ کر محدثین نے مسلمانوں تک جو پہنچایا ہے، میرے نزدیک تو یہ بھی عظیم الشان معجزہ ختم نبوت کا اسی طریقے سے ہے، جیسے قرآن مجید کا ہزار ہا آفتوں اور مصائب سے بچ کر پاک و صاف نکل آنا اور دنیا میں اعتماد و اطمینان کی پوری ضمانتوں کے ساتھ باقی رہنا، اس آخری نبوت کے معجزے کے سوا اور کچھ نہیں ہے---

بہر حال عقل کا تقاضا ہے کہ آں حضرت ﷺ کے قرب ظہور سے پہلے غیب کے مختلف پردوں پر آمد آمد کی مختلف تجلیاں تڑپ رہی ہوں گی--- ملکوت و جبروت و مثال، ہر مقام کی یہی ہنگامہ آرائیاں خواب یا بیداری میں لوگوں پر اگر منکشف ہوئیں اور مکاشفاتی رنگ میں پانے والے ان کو اگر پاتے رہے ہیں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ ان واقعات کو حیرت سے کیوں سنتے ہیں، بلکہ

حق تو یہ ہے کہ اس نوعیت کی آگاہیوں کا تذکرہ اگر نہ کیا جاتا تو یہ واقعہ محل تعجب ہوسکتا تھا---

آخر اس کے بھی کوئی معنی ہیں کہ بادشاہ کا ساقی اپنی اس خدمت کو اس کے وقوع سے پہلے ایک خاص رنگ میں دیکھ لیتا ہے[۱۲] حالاں کہ یہ بھی کوئی واقعہ ہے؟---لیکن جب ''آسمان کی بادشاہت''[۱۳] کا زمانہ بالکل قریب آجاتا ہے تو سوچنے والے آخر یہ کس طرح سوچتے ہیں کہ اس وقت کچھ نہ ہوا---

اب لوگوں کو کیا کہیے، پہلے تو تاریخی واقعات اور آثار و احادیث جن سے مسلمانوں کی دینی زندگی کے قوانین پیدا ہوتے ہیں، ان دونوں میں جو جوہری امتیاز ہے، اس سے چشم پوشی کی گئی---اور کیا عرض کیا جائے، صحیح اور غلط روایتوں میں تمیز کے لیے بعضوں میں روحانی بصیرت پیدا ہو جاتی ہے، اس سے بھی لوگ عموماً محروم ہوتے ہیں---ورنہ مسلمانوں کے ایسے اکابر مثلاً حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ جب میلادی واقعات کو بیان فرماتے تھے تو سند کے جھگڑوں سے الگ ہو کر لکھا ہے کہ اپنی روحانی بصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے فرماتے:

> ''جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک میں ظاہر کرنا چاہا تو اس وقت رجب کا مہینہ اور جمعہ کا دن تھا، اس وقت خدائے قدوس نے بہشت کے فرشتے رضوان کو حکم دیا کہ فردوس کے دروازے کھول دو---
>
> اور اس وقت پکارنے والے نے آسمان اور زمین میں پکارنا شروع کیا کہ چھپا ہوا محفوظ نور آج کی رات آمنہ کے شکم مبارک میں ٹھہرتا ہے اور یہیں آپ کی شکل و صورت تیار ہوگی اور وہ دنیا کو خوش خبریاں دیتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے آگے بڑھے گا''---[۱۴]

اور بات سچی ہے بھی یہی کہ جو دیکھ سکتا ہے اس کو سننے کی کیا ضرورت ہے، البتہ دیدہ کی جانچ دیدہ سے ہو سکتی ہے---جن کی آنکھیں زیادہ روشن ہیں، ظاہر ہے کہ ان کی چیزیں کم روشنی والوں پر مرجح ہوں گی اور اسی لیے کہا جاتا ہے کہ شریعت یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی باتوں میں الہام اولیاء حجت نہیں---لیکن جہاں دیدہ دیدہ میں تزاحم نہ ہو تو پھر شنیدہ سے اگر وہ ٹکرائے تو ٹکرانے دو، قوی ضعیف کو خود مغلوب کر لے گا---

الحاصل میرے نزدیک میلاد مبارک کے ایسے تاریخی واقعات جن کا کشف و شہود بعض خاص

نفوس کو ہوا، زیادہ سے زیادہ عام تاریخی روایات کے جانچنے کے جو قدرتی ذرائع ہیں، انہی کے معیار پر جانچ لینے کے بعد میں تو نہیں سمجھتا کہ ان کے بیان کرنے سے لوگ خواہ مخواہ ہچکچائیں---

ان مکاشفات و مشاہدات کے سننے سے واقعات جو کسی زمانے میں پیش آئے تھے، ان کا علم ہوتا ہے، دل کی روشنی بڑھتی ہے، ایمان شاداب ہوتا ہے اور آج بھی روحانی بصیرت رکھنے والے جن چیزوں کو پاتے ہیں، ان کی توثیق و تصدیق ان روایات سے ہوتی ہے---

بڑے غضب کی یہ بات ہوگی کہ جس طرح نپولین پہلے نپولین نہیں تھا اور بعد کو اپنی ذاتی کدو کاوش سے نپولین بن گیا، اسی طرح یہ سمجھا جائے کہ نبی بھی پہلے نبی نہیں ہوتا اور بعد کو نبی بن جاتا ہے--- وہ نبی ہوتے ہیں اور ماں کے پیٹ میں نبی ہوتے ہیں، جبروت میں نبی ہوتے ہیں، بلکہ واقعہ وہی ہوتا ہے، جو فرمایا گیا ہے:

کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَ الْجَسَدِ---[۱۵]

"(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ) میں نبی تھا در آں حالیکہ آدم (علیہ السلام) ابھی روح و جسد کے درمیان تھے، یعنی ابھی ان کی روح جسد سے متعلق نہیں ہوئی تھی"---

کیا تماشا ہے کہ بعض علماء (سوء) اس کو علم الٰہی پر محمول کرتے ہیں، حالاں کہ اس میں آپ کی بھلا کیا خصوصیت ہے؟---علم الٰہی میں تو ہر چیز اسی وقت سے ہے جس وقت حضرت آدم علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے---

ماضی کی روایات کی تصدیق مستقبل کی روایتوں سے

آئندہ آنے والے غیب (یوم قیامت) میں جو کچھ ہوگا، اس کو سب ہی مانتے ہیں اور اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ وہی ﷺ سارے انبیاء و رسل علیہم السلام کے آگے آگے میدان حشر میں آئیں گے، ان ہی کی مبارک انگلیاں جنت کی زنجیروں سے مس ہوں گی، ان ہی کی زبان سب سے پہلے شفاعت کے لیے کھلے گی[۱۶] ان ہی کے پیچھے پیچھے بنی آدم کا سب سے بڑا گروہ ہو گا[۱۷] ان ہی کے پنجۂ سیمیں میں حمد کا پھریرا ہوگا، ان ہی کے پرچم کے نیچے آدم بھی ہوں گے اور ان کی ساری اولاد بھی[۱۸] یعنی ابراہیم بھی، موسیٰ بھی، عیسیٰ بھی علیہم السلام--- وہی اللہ عزوجل کے عرش و جلال کے سامنے اس مقام پر ہوں گے جہاں پر کوئی نہ ہوگا[۱۹] وہ اس وقت بولیں گے جب سب چپ ہوں گے، انہی کی زبان اس وقت کھلے گی جب سب کی زبانیں خاموش ہوں گی---

پھر آنے والے غیب میں، جس کی شان وشکوہ، جاہ وجلال کا یہ حال ہوگا، تو پھر کیا ہوا، اگر ماضی کو گزرنے والے غیب میں قرب ظہور کے وقت یہ باتیں ہویدا ہوئیں اور خاص خاص نفوس پر ان ہی کی تجلیاں کسی نہ کسی رنگ میں چمک گئی تھیں یا خواب اور رؤیا میں دیکھنے والوں نے دیکھا---

اب آپ کے آگے خواب یا بیداری کے ان ہی "میلادی مکاشفات" کے سلسلے کی بعض روایتوں کا تذکرہ ایک خاص ترتیب کے ساتھ کیا جاتا ہے---اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ

میلادی مکاشفات

مُطّلبی بشارت

[1] حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حطیم (کعبہ کے متصل ایک جگہ) میں سویا ہوا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عظیم الشان درخت زمین سے اگا، اگا اور بڑھا اور بڑھتے بڑھتے اس کی پھنگوں نے آسمانوں کو چھولیا اور اس کی شاخیں مشرق ومغرب میں پھیل گئیں، اس کے پتے چمک رہے تھے، ان کی چمک ایسی تھی کہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آفتاب کی روشنی سے ستر گنا زیادہ تھی--- میں نے دیکھا کہ عرب وعجم کے رہنے والے یکایک اس درخت کے سامنے جھک گئے اور اس کی روشنی آہستہ آہستہ بڑھتی جارہی تھی، اگر کبھی کبھی ماند بھی پڑتی، پھر چمک اٹھتی--- میں نے دیکھا کہ قریش کے کچھ لوگ اس درخت کی شاخوں سے لپٹ گئے اور بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس کو کاٹ دینا چاہتے ہیں لیکن کاٹنے کے ارادے سے جب اس درخت کے قریب ہوتے ہیں تو ایک خوب صورت حسین نوجوان آگے بڑھ کر ان کو روکتا ہے--- میں نے اس سے زیادہ حسین وشکیل جوان آج تک نہیں دیکھا اور نہ اس سے زیادہ خوش بو میں نے کسی کے جسم سے پھیلتے دیکھی--- بہرحال جب وہ کاٹنے کا ارادہ کرتے تو جوان بڑھتا اور انہیں روک دیتا او ان کی آنکھیں پھوڑ دیتا اور پٹھوں کو توڑ دیتا--- میں نے بھی چاہا کہ اس درخت کی شاخوں سے لپٹ جاؤں لیکن قادر نہ ہوسکا--- میں نے اسی جوان سے پوچھا تو اس نے کہا کہ تیری قسمت میں نہیں ہے--- میں نے کہا کہ پھر کن لوگوں کے لیے اس میں حصہ ہے--- بولے جنہوں نے آگے بڑھ کر شاخیں تھام لی ہیں---

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خواب دیکھ کر جب اٹھا تو پریشان تھا، ایک جوگن (کاہنہ) کہ قریب ہی کہیں رہتی تھی، اس سے جا کر اپنا خواب بیان کیا، میں نے دیکھا کہ اس کاہنہ

کا چہرہ متغیر ہو گیا اور گھبرا کر بولی:

''عبدالمطلب! اگر تم سچ کہتے ہو تو تمہاری پشت سے ایک شخص ظاہر ہو گا، جو مشرق و مغرب کا مالک ہو جائے گا اور دنیا اس کے آگے جھک جائے گی''---[۲۰]

[2] دوسرا خواب حضرت عبدالمطلب ؓ ہی کا یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ [۲۱] میری پشت سے ایک نقرئی زنجیر نکلی ہے، جس کا ایک کنارہ آسمان کی طرف چلا گیا اور دوسرا زمین تک اور اسی زنجیر سے دو شاخیں بعد کو پھوٹیں جو مشرق و مغرب کے کناروں تک پھیل گئیں، اس کے بعد وہ زنجیر ایک درخت کی شکل میں بدل گئی، اس درخت کے ہر پتے پر روشنی تھی اور پورب، پچھم، مشرق و مغرب کے لوگ اس میں لٹک رہے ہیں---

حضرت عبدالمطلب ؓ نے اس کو پہلے دیکھا تھا لیکن آج چودہ سو برس بعد ہم اس واقعہ کو اپنی تمام خصوصیتوں کے ساتھ اس وقت دیکھ رہے ہیں اور جب تک دنیا ہے، دیکھتی رہے گی--- پتوں کی روشنی چمکنے کے بعد کبھی دھیمی پڑتی اور پھر چمک اٹھتی--- اس میں اسلام کے عروج و زوال کا لطیف غیبی اشارہ ہے، دھیمے پڑ جانے کے بعد چمک اٹھنا، پہلے بھی متعدد بار اس کا تجربہ ہو چکا ہے، اس وقت بھی ہو رہا ہے اور آئندہ بھی ہو گا--- دھیمی پڑ جائے، یہ تو ہو سکتا ہے لیکن یہ روشنی (خاکم بدہن) کبھی ختم ہو گی، ایسا کبھی نہ ہو گا کہ نہ اب کوئی نئی کتاب اترنے والی ہے اور نہ کوئی نیا نبی آنے والا ہے---

ناک کے قیافہ سے شناخت

[3] حضرت عبدالمطلب ؓ فرماتے ہیں کہ سردیوں کا موسم تھا اور میں تجارت کی غرض سے یمن جا رہا تھا، راہ میں ایک یہودی جوتشی سے ملاقات ہوئی، اس نے مجھ سے کہا کہ اے عبدالمطلب! کیا تم مجھے اجازت دے سکتے ہو کہ میں تمہارے بدن کو دیکھوں؟--- آپ نے فرمایا کہ ستر عورت کے سوا جس حصے کو چاہو دیکھ سکتے ہو--- اس نے میری ناک کے دونوں نتھنوں کو پکڑا اور غور سے دیکھنے لگا، اس کے بعد بولا:

''میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے ایک نتھنے میں نبوت ہے اور دوسرے میں بادشاہت''---

اس کے بعد اس نے مشورہ دیا کہ اگر بنی زہرہ کے قبیلے میں تم نکاح کرو گے تو یہ بات حاصل

ہو سکتی ہے---[۲۲]

جوتشی کی پیش گوئی پوری ہوئی، نبوت کا ظہور جس شان سے ہوا وہ تو ظاہر ہی ہے اور حضرت عباس کی نسل میں سلطنت کا دور دورہ جس طرح ہوا، اس کو بھی سب جانتے ہیں---ان کشفی آثار کا مشاہدہ تو حجاب مطلبی میں کیا گیا تھا---

ان کے سوا ایک واقعہ اور بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب مکے پر اصحاب فیل کا حملہ ہوا تو حضرت عبدالمطلب کی پیشانی سے ایک روشنی تڑپ کر نکلی اور ہلال بن کر چمکنے لگی---کہا جاتا ہے کہ اس روشنی نے حرم کو منور کر دیا تھا---لیکن تاریخی طور پر اس واقعہ کے متعلق یہ شک پیدا ہوتا ہے کہ جب اصحاب فیل کا مکہ پر حملہ ہوا تو آں حضرت ﷺ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن میں منتقل ہو چکے تھے---اس وقت عبدالمطلب کی پیشانی سے ظہور کیسے ہو سکتا ہے---بلاشبہ یہ ایک تاریخی اعتراض ہے اور گو اس کے متعلق بہت کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن میں نے قصداً اس کو ترک کر دیا، کیوں کہ عام مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت عام فیل میں ہوئی، ابن جوزی نے اس کو جمہور کا متفقہ فیصلہ قرار دیا ہے---

حجاب پدری کے آثار

[4] آپ بہرحال جب حضرت عبدالمطلب کے صلب سے گزر کر پدر بزرگوار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پشت میں جلوہ فرما ہوئے تو اس وقت بھی بعض واقعات پیش آئے ہیں، ان کا کتابوں میں ذکر کیا جاتا ہے---

کہا جاتا ہے کہ سرور کائنات ﷺ کے پدر بزرگوار حضرت عبداللہ کو حضرت عبدالمطلب اس لیے لے جا رہے تھے کہ آپ کا نکاح کر دیں، راہ میں ایک بیراگن جو یہودن تھی، نام جس کا فاطمہ بنت مر تھا، اس نے حضرت عبداللہ میں یکایک ایک روشنی کا مشاہدہ کیا اور بڑھ کر ان سے ملی---ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اس نور کو اس تک منتقل کر دیں لیکن آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ حرام طریقوں سے مجھے پرہیز ہے، علاوہ اس کے والد ہمارے ساتھ ہیں، میں ان کو کس طرح چھوڑ سکتا ہوں---کہا جاتا ہے کہ جب حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہو گیا تو آپ دوبارہ اسی بیراگن کے پاس سے گزرے، مگر اب کے اس نے بات بھی نہ پوچھی---[۲۴]

بعض لوگوں نے اس عورت کا نام لیلیٰ عدویہ بھی بتایا ہے[۲۷] بعض قتیلہ کہتے ہیں، بعضوں

کے نزدیک رقیقہ بنت نوفل ہے---

[5] اس سلسلے میں ایک اور روایت بھی موالید میں عام طور پر مشتہر ہے کہ بنی عبد مناف اور بنی مخزوم کی کچھ عورتیں جن پر حضرت عبداللہ کے اس حال کا مکاشفہ ہو گیا تھا، عمر بھر پچھتاتی رہیں اور اسی غم والم میں انہوں نے شادی نہیں کی، یہاں تک کہ کنواری ہی مر گئیں---

زرقانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے "روی" کے لفظ سے نقل کیا ہے، لیکن یہ روایت کس کتاب کی ہے، اس کا حوالہ درج نہیں اور نہ مجھے اب تک اس کا پتہ چلا ہے--- غالباً یہ عورتیں عرب کی جو گنیں (کاہنات) [۲۵] تھیں، جن سے غیر معمولی باتوں کا علم کسی نہ کسی رنگ میں ہو جاتا تھا--- بہر حال اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ یہ عورتیں علم کہانت سے شاید کچھ تعلق رکھتی تھیں، ورنہ عام طور پر تمام عورتوں کا اس سے مطلع ہونا اور ٹھیک شب حمل میں قریش کی ساری عورتوں کا آتش رشک وحسد میں جل کر بیمار ہونا ثابت نہیں اور نہ تاریخی لحاظ سے اس کی تائید ہوتی ہے---

آخری حجاب مادری

حجاب عبداللہ کے بعد سیدہ آمنہ کے بطن مبارک تک پہنچنے کے بعد سارے پردے گویا اٹھ چکے تھے--- اب صرف ایک پردہ باقی تھا، اگر اس وقت عالم شہادت میں یہ روشنی چھن چھن کر زیادہ زور و شور کے ساتھ آنے لگی تو یقیناً یہ وقت کا تقاضا تھا--- اب غیب کا ڈانڈا شہادت سے گویا مل رہا تھا--- برقی رو کے تاثرات غیب سے چمک چمک کر، جھلک جھلک کر شہادت کو جگمگا رہے ہوں گے--- اگر عالم خواب یا عالم بیداری میں سیدہ آمنہ کو عجائب وغرائب نظر آنے لگے تھے تو آپ خود سوچیے کہ اس کے سوا اور ہوتا کیا؟--- سب قوموں کا ہلانے والا آ رہا ہے، آسمانی بادشاہت جس کے قریب آنے کی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام نے دی تھی، آسمان کی وہی بادشاہت اب زمین پر آ رہی ہے---

یسعیا نبی کی پکار

بقول یسعیا نبی:

"اٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا--- دیکھ! تاریکی زمین پر چھا گئی اور تیرگی قوموں پر لیکن خداوند تجھ پر طالع ہو گا اور اس کا جلال تجھ سے نمودار ہو گا اور قومیں تیری روشنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گے"---[۲۶]

امت کے سردار کی بشارت

[6] سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت میں حاملہ ہوئی تو مجھے نیند آ گئی، کیا دیکھتی ہوں کہ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے:

''اے آمنہ! تو اس امت کے سردار کی حاملہ ہوئی''---[۲۷]

آثار حمل کا عدم احساس

[7] آپ یہ بھی فرماتی ہیں کہ یوں مجھے بالکل پتہ نہ چلا کہ میں حاملہ ہوں، کیوں کہ مجھے کوئی گرانی محسوس ہوئی اور نہ میں نے ان اثرات کو محسوس کیا جو عام طور پر حمل میں عورتوں کو معلوم ہوتے ہیں، البتہ جب طمث کو میں نے منقطع ہوتے ہوئے دیکھا تو سمجھی---

[8] پھر فرماتی ہیں کہ میں نے پھر خواب دیکھا کہ کوئی کہنے والا مجھ سے کہہ رہا ہے:

''تو سارے بنی آدم کے سردار سے حاملہ ہوئی''---

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ پکارنے والا جس وقت یہ پکار رہا تھا اس وقت میں نہ تو پوری طرح جاگ رہی تھی اور نہ سو رہی تھی، ایک درمیانی کیفیت تھی---[۲۸]

قریش کے حیوانات کا ایک دوسرے کو مژدہ

[9] اس سلسلے میں اس مکاشفے کا بھی ذکر کیا جاتا ہے جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

''جس رات کو رسول اللہ ﷺ سے آمنہ حاملہ ہوئیں تو قریش کے مویشیوں، چوپایوں نے ایک دوسرے کو بشارت دی کہ قسم ہے کعبے کے رب کی کہ آج کی رات دنیا کا سردار اور زمانے کا چراغ اپنی ماں کے پیٹ میں آ گیا''---[۲۹]

[10] اسی روایت میں یہ مکاشفہ بھی درج ہے کہ مشاہدہ کیا گیا کہ بیابانوں کے درندے، چرند، ادھر سے ادھر بھاگے پھرتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو مژدہ سناتے تھے---

آگ ابراہیم علیہ السلام کو پہچانتی ہے، دریا موسیٰ علیہ السلام کو جانتا ہے، پھر اگر درندوں اور پرندوں نے ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کی آرزو اور دعا کو پہچانا تو اس کے سوا آخر اور ہوتا کیا؟---

سلاطین پچھاڑے گئے

[11] بعضوں کو عالم غیب میں یہ بھی محسوس ہوا کہ سلاطین دنیا کے سرنگوں ہو گئے---

لوگوں کو اس پر حیرت ہوئی کہ سرنگوں تو بعد میں ہوئے، پھر پہلے کس طرح اس کا مشاہدہ کیا گیا؟---لیکن میں عرض کر چکا ہوں کہ ایسا بھی ہوتا ہے---یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں، باپ، بھائیوں کو سجدہ کرتے ہوئے برسوں پیش تر دیکھ لیا تھا، تو جو بعد کو سرنگوں ہوئے، کسی رنگ میں ان ہی کی نگوساریوں کا عکس دلوں پر پڑ گیا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟---

نور کا افشاء

اسی مکاشفے کا وہ اہم جز ہے جس میں سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''میں جس وقت حاملہ ہوئی، اس وقت دیکھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا اور رومیوں کے جو قلعے بصریٰ و شام میں تھے وہ میرے سامنے آ گئے''---[۳۰]

حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت کا اعادہ

[12] ایک مکاشفہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایام حمل کے ہر مہینے میں پکارنے والا یہ پکارتا تھا کہ مبارک ہو کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا وقت قریب آ گیا---

یہ وہی جملہ ہے کہ جس کو سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام نے اس واقعہ سے صدیوں پیش تر ان لفظوں میں ادا کیا تھا:

''توبہ کرو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آ گئی ہے''---[۳۱]

بہر حال یہ کوئی نئی آواز نہیں تھی، جو پیدائش سے چند مہینے پیش تر سنی گئی، کیوں کہ ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ صدیوں پہلے پکارنے والے یہی پکارتے ہوئے چلے آ رہے تھے---

اسم مبارک کی بشارت

[13] سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا زمانہ قریب آ گیا تو میں نے پھر خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ یہ کہہ:

''میں اس بچے کو خدائے واحد (جل جلالہ) کی پناہ میں دیتی ہوں، ہر حاسد سے بچاتی ہوں اور دیکھ اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا''---[۳۲]

اب وہ وقت ہے کہ غیب سے جو روشنی اس دھوم دھام سے چلی تھی، وہ عالم شہادت پر جلوہ انداز ہو، اس وقت ملأ اعلیٰ سے لے کر مثال تک اور مثال سے شہادت تک، ایک عجیب گہما گہمی تھی---کہا جاتا ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے تو جس ٹیکرے پر ان کی والدہ تھیں، اس

کے نیچے ایک نہر جاری ہوگئی اور ذرا سی جنبش سے کھجور کے پکے ہوئے پھل ان کی گود میں ٹپک ٹپک کر گرنے لگے---کیا یہ افسانہ ہے؟---کون ہے جس نے اس واقعہ کو قرآن میں نہیں پڑھا ہے؟---کیا اسی قرآن میں نہیں ہے کہ مسیح علیہ السلام کی ولادت کے وقت پکارنے والا پکار رہا تھا:

﴿فَنَادٰھَا مِنْ تَحْتِھَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّکِ تَحْتَکِ سَرِیًّا O وَ ھُزِّیْٓ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْکِ رُطَبًا جَنِیًّا﴾---[مریم:۲۴-۲۵]

''اور پکارنے والے نے نشیب سے پکارا، اے مریم! رنجیدہ نہ ہو، تیرے پروردگار نے تیرے پائیں میں ایک نہر جاری کی ہے، درخت کے تنے کو پکڑ کر ہلا، پکی پکی کھجوریں گریں گی''---

اور کیا اسی کے بعد بحالت بیداری حضرت مریم علیہا السلام کو یہ ملکوتی مکاشفہ نہیں ہوا:

﴿فَکُلِیْ وَ اشْرَبِیْ وَ قَرِّیْ عَیْنًا فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا﴾---[مریم:۲۶]

''پس کھا اور پی اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کر، اگر کسی آدمی کو تو دیکھے تو اس سے کہہ کہ میں نے اللہ (عزوجل) کے نام کا روزہ رکھا ہے اور آج میں کسی سے نہ بولوں گی''---

پس اگر ایسا ہوتا ہے اور ہوا تو پھر کیا ہوا کہ اگر تاریخی طور پر ہمارے مؤرخین ان واقعات کو بیان کرتے ہیں---

صوتی مکاشفہ

[14] بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ ٹھیک جس وقت ولادت کی کیفیات شروع ہوئیں تو سب سے پہلے ان کو ایک صوتی مکاشفہ ہوا، فرماتی ہیں:

''میں نے تڑاکے کی ایک آواز سنی، جو بہت سخت تھی اور میں سہم گئی''---[۳۲]

اس کے بعد آپ کے سامنے سے غیبی حجابات اٹھا دیے گے اور جو کچھ وہاں ہو رہا تھا، اس کا مکاشفہ ہونے لگا---

طیری مکاشفہ

[15] پھر فرماتی ہیں:

''میں نے ایک سفید پرندے کے بازو کو دیکھا جو دل کو سہلا رہا تھا اور اس عمل سے میرا

خوف جاتا رہا اور نہ صرف رعب بلکہ جو ولادت کی بے چینی تھی وہ بھی زائل ہو گئی''---

شربت کا مکاشفہ

[16] اس کے بعد فرماتی ہیں:

''میں نے جو غور کیا، تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرے سامنے شربت کا ایک پیالہ ہے، جس کا رنگ بالکل سفید تھا''---

بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

''میں نے اسے دودھ خیال کیا اور مجھے پیاس بھی شدت سے لگی ہوئی تھی، اٹھا کر پی گئی، پینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ شہد سے بھی زیادہ شیریں تھا''---

غیبی عورتوں کا مشاہدہ

[17] کشفی حالت دم بدم بڑھ رہی تھی، فرماتی ہیں:

''اب میں نے دیکھا کہ ایک روشنی بلندی سے میری طرف اتر رہی ہے، میں نے غور کیا تو اس میں چند طویل القامت عورتوں کو پایا، ایسا محسوس ہوا کہ عبد مناف کے خاندان کی عورتیں ہیں، جو مجھے گھیرے کھڑی ہیں اور میں نے گھبرا کر کہا کہ ہائیں! میری اس حالت کا علم ان عورتوں کو کس طرح ہوا؟---میرے اس تعجب پر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں آسیہ فرعون کی عورت ہوں، دوسری نے کہا کہ میں مریم بنت عمران (حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ) ہوں اور یہ بھی بولیں کہ اور جو ہیں وہ حوریں ہیں''---[۳۴]

نقیب کی آوازوں کا مکاشفہ

[18] سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے پھڑپھڑاکے کی آواز سنی اور اب رہ رہ کر یہ آواز بار بار آ رہی تھی اور ہر پچھلی آواز پہلی سے زیادہ زوردار ہوتی تھی جس سے میرا خوف بڑھتا جاتا تھا، میری پریشانی بڑھتی جاتی تھی کہ یکا یک اب کی دفعہ میں کیا دیکھتی ہوں کہ سفید ریشم کی ایک چادر آسمان و زمین کے درمیان لٹک گئی اور ایک پکارنے والا پکار رہا تھا کہ لوگوں کی نگاہوں سے انہیں چھپالو---اب میں نے غور کیا تو دیکھتی ہوں کہ فضا میں کچھ لوگ ادھر ادھر کھڑے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں چاندی کے سفید آفتابے ہیں''---

مثالی ہستیوں کا مکاشفہ

[19] حضرت سیدہ آمنہ کو اس کے بعد یہ مثالی صورتیں نظر آئیں، فرماتی ہیں:

"میں نے دیکھا کہ پرندوں کا ایک جھنڈ سامنے سے اڑتا ہوا آرہا ہے اور میرا کمرہ ان سے معمور ہو گیا، ان کے چونچ زمرد کے مانند تھے اور بازو یاقوتی معلوم ہوتے تھے"---

جھنڈوں کا مکاشفہ

[20] اس کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کشفی حالت میں ترقی ہوئی، فرماتی ہیں:

فکشف اللہ عن بصری---

یعنی اللہ تعالیٰ ﷻ نے میرے سر کی آنکھوں سے بھی پردہ ہٹا دیا اور دنیا کے مشرقی اور مغربی ممالک یکا یک میرے سامنے ہو گئے--- میں نے تین جھنڈوں کو لہراتے ہوئے دیکھا:

ایک مشرق کی بلندیوں پر لہرا رہا تھا

دوسرا مغرب کی بلندیوں پر

تیسرا کعبہ (وسط دنیا) پر"---

[21] اس کے بعد فرماتی ہیں:

"میں نے اپنے پیٹ میں حرکت محسوس کی"---

یہ کیسی جنبش تھی اور کیا تھا، کیا جس کے لیے عالم تکوین جنبش میں آیا تھا، اس کی یہ آخری جنبش تھی، خدا جانے کیا تھا اور کیا ہوا--- فرماتی ہیں:

"میں نے ان ہی ہنگاموں میں دیکھا کہ وہ کسی کے آگے پیشانی ٹیکے انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائے تشریف فرما ہیں"---

"راز" پردے سے باہر آ گیا اور جس مقصد کے لیے سب کچھ کیا گیا تھا، وہ سامنے آ گیا--- آنے والا آ گیا، تو میں ہل گئیں، احمد (ﷺ) کی ستائش سے زمین بھر گئی تو داود (علیہ السلام) کی بانسری کا نغمہ اب جا کر منطبق ہوا:

"تو بنی آدم میں نہایت حسین ہے، اے پہلوان! تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا--- امانت، حلم و عدالت پر مبنی بزرگی اور اقبال مندی پر سوار ہو، تیرا داہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائے گا"--- [زبور، ۴۵-۴]

حضرت مسیح علیہ السلام کا وہ مبارک ''فارقلیط'' آ گیا، جس کو معماروں نے اگرچہ عرب میں لا کر بسایا لیکن بقول مسیح علیہ السلام:

''وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا--- اس پر پہلوں نے بھی تعجب کیا اور وہ بھی تعجب کر کے فرماتے ہیں کہ یہ خداوند کی طرف سے ہے''---[۳۵]

جسے راج رد کر چکے تھے وہ پتھر
ہوا جا کے قائم وہ آخر سرے پر [مسدس حالی]

اللھم صل علیہ و سلم، اللھم بارک علیہ و سلم، صلوٰۃ دائمۃ متلازمۃ

مبارک ہو شہ ہر دوسرا تشریف لے آئے
مبارک ہو محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے

فاطمہ بنت عبد اللہ کا مکاشفہ

انوار کی جھڑی بندھی ہوئی تھی، علویات اپنے مرکز کو شہادت میں پا کر اسی طرف کھنچے چلے آتے تھے، سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو جو کچھ دیکھ رہی تھیں وہ دیکھ ہی رہی تھیں لیکن زچہ خانے کی ایک عورت جس کا نام فاطمہ بنت عبداللہ تھا اور جو عثمان بن عاص کی والدہ تھیں، آخر ان پر بھی مکاشفے کی حالت طاری ہوئی، وہ عالم غیب کے اجرام نورانی کو دیکھ کر فرماتی ہیں:

''میں نے دیکھا کہ سارا گھر روشنی سے بھر گیا، میں نے یہ بھی دیکھا کہ تارے آسمانوں سے لٹکے چلے آتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا گر پڑیں گے''---[۳۶]

صبح صادق کے وقت اگرچہ آسمان میں تارے کم رہ جاتے ہیں لیکن کیا یہ اسی محدود عالم کے تارے تھے یا کسی اور کرّے کے غیبی لطائف تھے، جس نے دیکھا وہی اس کو بہتر جان سکتا ہے---

سفید ابر کا مکاشفہ

[22] سیدہ آمنہ پر ولادت کے بعد بھی مکاشفہ و اشراق کی حالت دیر تک قائم رہی، بعد وضع کے فرماتی ہیں:

''میں نے دیکھا کہ ایک ابر سفید اس کے بعد ظاہر ہوا اور ان کو ڈھانک لیا، پھر میری نگاہوں کے سامنے نہیں تھے، اس کے بعد آواز آئی کہ پکارنے والا پکار رہا ہے، ان کو مشرقی اور مغربی ملکوں میں گھما لاؤ اور ان کو دریاؤں میں بھی لے جاؤ، تا کہ سب

پہچان لیں اور سب کو ان کا نام اوران کی صورت معلوم ہو جائے اور یہ کیفیت بہت جلد غائب ہوگئی، حضور (ﷺ) پھر سامنے آ گئے'' ---

یہ غیبی ''ابر سپید'' جس کا چرچا عموماً مولودوں میں کیا جاتا ہے، اس کی زیادہ تفصیل مشہور اسلامی مؤرخ و محدث علامہ خطیب بغدادی کی روایت سے ہوتی ہے، ان کی روایت میں ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں:

''میں نے اس ابر کو دیکھا، اس سے روشنی کے چھوٹے بقعے چھوٹ رہے ہیں اور اس کے اندر گھوڑوں کی ہنہناہٹ، پرندوں کے بازوؤں کی پھڑ پھڑاہٹ اور لوگوں کی باہمی گفتگو کی گنگناہٹ کی آوازیں آ رہی تھیں، اتنے میں وہ بادل آپ ﷺ پر چھا گیا اور حضور ﷺ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے'' ---

کائنات پر وجہ کائنات کی پیشی

اس کے بعد آواز آئی کہ کوئی پکارنے والا پکار رہا ہے:

''لے جاؤ ان کو پورب، پچھم کے ملکوں میں لے جاؤ، دریاؤں کی سیر کرالاؤ اور ہر جان دار، جن وانس، ملائکہ، پرند، چرند، وحوش و درند پر ان کو پیش کرو'' ---

یہ عجیب مثالی اشراقات تھے جن کی باریکیوں کو وہی جان سکتے ہیں، جو اس کے تجربہ کار ہیں، کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد یہ آواز بھی آئی:

''جو کچھ پہلوں کو دیا گیا ہے وہ سب ان کو دے دو'' ---[۳۷]

[23] سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ابر کھل گیا لیکن ان کی علوی کیفیت، کشفی حالت اسی طرح باقی ہے ---

حریری چادر

فرماتی ہیں کہ اب مجھے نظر آیا کہ آپ ایک حریر کے کپڑے میں نہایت احتیاط سے لپٹے ہوئے ہیں اور پانی کے کچھ قطرات اس سے ٹپک رہے ہیں ---

فتح عام کی بشارت

[24] اس کے بعد آواز سنی کہ پکارنے والا پکار رہا ہے:

''اہاہا، اہاہا! محمد (ﷺ) ساری دنیا پر چھا گئے، مخلوقات میں کوئی نہیں جو ان کے

قبضے سے باہر ہو"---

ملکوتی غسل اور مہر نبوت کا مکاشفہ

[25] سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان مسلسل مشاہدات نے اب تک اتنی فرصت نہ دی کہ اپنے ایسے عظیم الشان بچے کی پیاری صورت دیکھیں، فرماتی ہیں:

"اس کے بعد مجھے ہوش آیا اور میری نگاہ ان کے چہرے پر پڑی، ایسا معلوم ہوا کہ چودھویں رات کا چاند چمک رہا ہے، ان سے ایسی خوش بو نکل رہی تھی کہ گویا مشک میں نہائے ہوئے ہیں لیکن یہ حال زیادہ دیر تک نہیں رہا، پھر حجابات اٹھ گئے، پھر میں نے یکا یک دیکھا کہ تین آدمی چلے آرہے ہیں"---

غور کرنے کا مقام ہے کہ زنانہ مکان کے ایک حجرے میں یہ سارے مکاشفات ہو رہے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فضا ساری ان کے لیے کھلی ہوئی ہے، بہر حال فرماتی ہیں:

"میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ ہے اور دوسرے کے ہاتھ میں زمرد کا ایک طشت ہے، تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم کا ایک رومال ہے، تیسرے نے اس رومال کو کھولا، اس سے ایک انگوٹھی نکالی، جس کی چمک دمک سے مجھے کچھ چکا چوند لگ گئی، اس کے بعد انہوں نے غسل دیا اور اس انگوٹھی سے مونڈھے کے درمیان مہر لگائی اور پھر اس انگوٹھی کو رومال میں باندھ کر اپنے بازو میں چھپالیا اور پھر مجھے دے دیا"---

یہ لین دین کہاں ہو رہا تھا اور اس کا تعلق کس عالم سے تھا، جن پر گزری وہی جانے، ورنہ یوں تو ظاہر ہے کہ سیدہ آمنہ نے اپنے متروکات میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی---

روشنی کا مکاشفہ

[26] طبقات ابن سعد میں ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ولادت کے وقت بھی بحالت بیداری یہ مکاشفہ ہوا، آپ فرماتی ہیں:

"جس وقت حضور (ﷺ) مجھ سے علیحدہ ہوئے تو اسی کے ساتھ ایک روشنی بھی نکلی، جس سے مشرق و مغرب اور ان کے درمیان میں جتنے مقامات ہیں، سب مجھ پر منکشف ہو گئے"---

حاکم کی روایت میں ہے کہ صرف شام کے قلعے منکشف ہوئے---

قابلہ یادائی جنائی کا مکاشفہ

[27] مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ جن کا نام شفا بنت عوف ہے، فرماتی ہیں:

''میں ولادت کے وقت زچہ خانہ میں تھی، میرے ہاتھ پر آپ پیدا ہوئے، اسی حالت میں کہ یکا یک حجابات اٹھ گئے اور میرے سامنے مشرق و مغرب کے تمام درمیانی علاقے آ گئے، یہاں تک کہ مجھے شام کے بعض قلعے بھی نظر آئے، اس کے بعد یکا یک مجھے کسی چیز نے ڈھانک لیا، جس سے میرے بدن میں کپکپی پیدا ہوگئی اور کان میں یہ آواز آ رہی تھی کہ کوئی کسی سے کہہ رہا ہے کہ تم کہاں لے گئے تھے؟---جواب دینے والے نے کہا، مشرق کی طرف، پھر وہی غشی اور لرزے کی حالت طاری ہوئی اور وہ غائب ہو گئے، پوچھنے والے نے پھر پوچھا کہ کہاں لے گئے تھے؟---تو کہا، مغرب کی طرف''---

ایک یہودی جوتشی کا مکاشفہ

[28] نہ صرف زچہ اور زچہ خانہ کی عورتوں پر یہ حالتیں طاری ہوئی تھیں بلکہ جہاں کہیں بھی کوئی لطیف روح یا قلب صافی موجود تھا، ان پر ان غیبی برق تابیوں کے اثرات طاری ہوئے تھے، ان میں سے اس وقت میں فقط دو مکاشفے درج کرتا ہوں:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا اور اس وقت میں سات یا آٹھ سال کا تھا، تاہم مجھ میں اتنی عقل تھی کہ جو سنتا تھا، اسے یاد کر لیتا تھا، بہرحال میرے کان میں آواز آئی، غور جو کیا تو معلوم ہوا کہ ایک یہودی مدینہ کی ایک گڑھی کی بلندی پر چڑھ کر چلا رہا ہے:

''یہودیو! یہودیو! دوڑو، دوڑو!!''---

میں نے دیکھا کہ یہودیوں کی جماعت ادھر دوڑی جا رہی ہے، میں بھی دوڑ پڑا، جب لوگ اس کے پاس پہنچ گئے تو کہنے لگے کہ مرد خدا تجھے کیا ہوا کہ یکا یک چیخنے لگا؟---بولا:

''آج احمد (ﷺ) کا ستارہ طلوع ہو گیا اور آج کی رات وہ پیدا ہو گیا''---[۳۸]

مسیح علیہ السلام بھی جب پیدا ہوئے تو انجیل میں بیان کیا گیا ہے:

''کئی مجوسی پورب سے یروشلم میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ یہودیوں کا بادشاہ

جو پیدا ہوا وہ کہاں ہے؟--- کیوں کہ پورب میں اس کا ستارہ دیکھ کر ہم سجدہ کرنے آئے ہیں''---[۳۹]

ایک دوسرے یہودی جوتشی کا مکاشفہ

[29] اسی طرح مکہ کے ایک یہودی کا واقعہ بھی ہے، یہ واقعہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کسی سے سنا تھا، وہ فرماتی ہیں:

''مکہ میں ایک ساہوکار یہودی تھا، جس شب میں حضور (ﷺ) پیدا ہوئے تو وہی ساہوکار یہودی گھر گھر قریشیوں سے پوچھتا پھرتا تھا کہ کیا تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا؟---عموماً لوگ لاعلمی ظاہر کرتے، وہ بولا کہ آج اس امت کا نبی پیدا ہو چکا ہے، جس کے مونڈھے کے درمیان ایک علامت ہے---اس کے کہنے پر لوگ مختلف مکانوں کی طرف دوڑ پڑے، بالآخر ان کو پتہ چلا کہ عبد اللہ بن عبد المطلب کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے---لوگوں نے یہودی کو خبر دی، وہ بے تحاشا ان کو ساتھ لے کر حضرت کے گھر کی طرف دوڑ پڑا اور جس طرح بن پڑا اس نے کہا کہ میں بچے کو دیکھنا چاہتا ہوں--- اجازت مل گئی، یہودی نے پشت مبارک کھول کر دیکھی اور دیکھتے ہی بے ہوش ہو گیا--- جب ہوش آیا تو بے اختیار ہو کر چلا رہا تھا کہ بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو گئی، یہ ایک دفعہ لوگوں پر چھا جائے گا، پھر اس کی خبر مشرق و مغرب ہر طرف سے آئے گی''---[۴۰]

قصر کسریٰ، بحیرۂ ساوہ، آتش کدۂ ایران کے واقعات

[30] یہ بھی ایک تاریخی واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب سرور کائنات ﷺ عالم غیب سے شہادت میں نقاب افگن ہوئے تو کسریٰ کا ایوان ہل گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے، بحیرۂ ساوہ خشک ہو گیا اور آتش کدۂ ایران بجھ گیا---[۴۱]

یہ واقعات ان کتابوں میں درج ہیں جن کے مصنفین تیسری چوتھی صدی ہجری میں ایوان کسریٰ کے قریب بغداد میں رہتے تھے اور یہ واقعات مسلمانوں میں ابتداء سے مشہور تھے---اب اگر ایوان کسریٰ کے کنگرے نہیں گرے تھے تو یہ اپنی عینی شہادتوں سے اس کو غلط ثابت کر سکتے تھے، علاوہ اس کے یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح مثالی صورت میں حجی نبی نے تمام قوموں کو ملتے دیکھا، جس کی تعبیر بعد کو نکلی، اسی طرح کسی نے دولت ایران کے زوال کو اس شکل میں دیکھا ہو---

نیز کنگروں کا گر جانا، آگ کا بجھ جانا، دریاؤں کا خشک ہو جانا ایک معمولی سی بات ہے، دریائے ساوہ تو اس زمانے سے لے کر اس وقت تک حضر موت کے میدانوں میں خشک پڑا ہے[۴۴] ایران کا آتش کدہ بھی قطعاً بجھ چکا ہے، طاق کسریٰ کے کنگرے بھی گر چکے ہیں، اب رہ گئی یہ بات کہ آیا ان حادثات کا تعلق سرورِ کائنات ﷺ کی ولادت سے ہے یا روزمرہ پیش آنے والے حوادث کے سلسلے کی چیزیں تھیں؟--- ہم اہل اسلام اس کو ولادت کے آثار بتاتے ہیں، ہمارے مؤرخین ایسا ہی خیال کرتے ہیں--- مخالف کو اختیار ہے کہ اس کے لیے کوئی دوسرا سبب تراش لے، بہرحال منکر کو بھی ان واقعات کے انکار کی جرأت نہیں، ہاں اسباب کے متعلق وہ بحث کر سکتا ہے اور ہر جگہ کر سکتا ہے--- خود کائنات کے اس نظام کو ایمان لانے والے حق سبحانہ وتعالیٰ کی کارفرمائیوں کی جلوہ گاہ یقین کرتے ہیں لیکن شکیوں کو اس میں بھی شک ہے، وہ سب کچھ مادہ کے مجہول لفظ سے نکلا ہوا مان کر مطمئن ہو چکے ہیں، ایسی باتوں کے جواب میں اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے---

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا فَصَلَّى اللّٰهُ تعالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِه سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْن



حواشی

۱ ''بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آئی ہے''---

۲ ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے رسول اللہ پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس پر رحمت اور سلام بھیجو''---

۳ ﴿اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ﴾---[سورہ یوسف:۴]

۴ ﴿قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا﴾---[سورہ یوسف:۵]

۵ ﴿وَ قَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ

مِنْہُ﴾---[سورہ یوسف:۳۶]

۶ ﴿وَ قَالَ الْمَلِکُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْکُلُھُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ﴾---[سورہ یوسف:۴۳]

۷ حافظ ابن حجر نے نسائی اور مسند احمد کے حوالے سے اسی روایت کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سند اس روایت کی حسن ہے---اسی میں ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ اس پتھر پر پھاوڑا چلاتے تھے، تین ضرب میں چٹان ٹوٹی اور ہر ضرب پر روشنی چمکی، پہلی دفعہ روشنی دیکھ کر ارشاد ہوا:

''اللہ اکبر! شام کی کنجیاں مجھے دے دی گئیں اور خدا کی قسم بصریٰ (شام کا ایک شہر) کے سرخ قصور و محلات دیکھ رہا ہوں''---

دوسری دفعہ فرمایا:

''فارس (ایران) کی کنجیاں مجھے دی گئیں اور مدائن (پایۂ تختِ ایران، قریب شہر بغداد) کے سفید محلوں اور دیوانوں کو میں دیکھ رہا ہوں''---

تیسری دفعہ فرمایا:

''اللہ اکبر! یمن کی کنجیاں میرے حوالے کی گئیں اور صنعاء کے دروازوں کو میں اسی جگہ دیکھ رہا ہوں''---[فتح الباری، جلد ۷، صفحہ ۳۱۸، مطبوعہ مصر]

۸ بخاری شریف کے الفاظ ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ فِیْ رَمَضَانَ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ وَ مَعَہٗ عَشَرَۃُ آلَافٍ---[بخاری، غزوۃ الفتح، دوسری حدیث]

''(فتح مکہ کے موقع پر) رسول اللہ ﷺ دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے''---

سینا کی روشنی میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو دکھایا گیا، جس کو دیکھ کر وہ چلائے:

''خدا سینا سے نکلا، سعیر سے چمکا اور فاران ہی کے پہاڑوں میں جلوہ گر ہوا، دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ''---[تورات، باب ۲/۱۷]

فاران مکہ کی پہاڑیوں کا نام ہے، ''خطبات احمدیہ'' میں سر سید نے اس پر مفصل بحث کی ہے---تورات کی کتاب استثناء کے جو تراجم ۱۹۳۵ء سے پہلے شائع ہوئے ہیں، ان میں ''دس

ہزار'' ہی کا لفظ پایا جاتا ہے، لیکن خدا ہی جانتا ہے ۱۹۳۵ء کے ترجمے میں بجائے دس ہزار کے ''لاکھوں'' کا لفظ پایا جاتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ تحریف و تبدیل کا سلسلہ اب تک جاری ہے---

۹ اردو کے ترجمے میں ''محمد'' کے لفظ کا ترجمہ مختلف الفاظ میں کیا گیا ہے، کبھی ستودہ صفات، کبھی ''عشق انگیز''، لیکن عربی ترجمے کے مطبوعہ نسخے میں ''محمد یم'' کا لفظ آج تک موجود ہے---

۱۰ بدر اور حنین میں کنکریاں لے کر دشمن کی صفوں میں پھینکی گئیں، احد میں ابی بن خلف وعدے کے مطابق اس بھالے سے زخم کھا کر مرا جسے رسول اللہ ﷺ نے چلایا تھا، پیروں سے بھی داہنے ہاتھ کے کام دکھائے گئے---[درمنثور]

۱۱ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ کہتے ہوئے دنیا سے سدھارے:

''میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تم سے کہوں، پر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے، لیکن جب وہ یعنی ''سچائی کی روح'' آئے تو تمھیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی، کیوں کہ وہ اپنی نہ کہے گی، بلکہ جو کچھ سنے گی سو کہے گی''---[یوحنا کی انجیل، باب ۱۶، نمبر ۱۲، ۱۳]

قرآن پاک میں ہے:

﴿وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰیO اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰیO عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی﴾---(نجم: ۳، ۴، ۵)

پھر جاتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''پر اب اس کے پاس جس نے مجھے بھیجا ہے، جاتا ہوں اور تم میں سے کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا کہ تو کہاں جاتا ہے؟--- بلکہ اس لیے کہ میں نے تمہیں یہ باتیں کہیں، تمہارا دل غم سے بھر گیا، لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا ہی تمہارے لیے فائدہ مند ہے، میں اگر نہ جاؤں تو ''تسلی دینے والا'' تمہارے پاس نہ آئے گا، پر اگر جاؤں تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا''---[یوحنا انجیل، باب ۱۶، نمبر ۵ تا ۷]

۱۲ قرآن کریم میں ہے کہ ایک قیدی نے خواب میں دیکھا کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں، حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ تم بادشاہ کو شراب پلانے کی خدمت کرو گے اور یہی واقعہ پیش آیا:

﴿قَالَ اَحَدُھُمَا اِنِّیْ اَرٰنِیْ اَعْصِرُ خَمْرًا---اَمَّآ اَحَدُکُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّہٗ خَمْرًا﴾---[یوسف:۳۶و۴۱]

۱۳ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس جملے کی طرف اشارہ ہے کہ گلیل کی جھیل کے سامنے سب سے پہلے انھوں نے آواز دی:

''توبہ کرو، کیوں کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آ گئی ہے''---

[انجیل متی، باب ۴، نمبر ۱۷]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت اس واقعہ کی بشارت دینے کے لیے ہوئی تھی:

﴿مُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ﴾---[سورۃ صف:۶]

کا مطلب یہی ہے---

۱۴ زرقانی بحوالہ محدث جلیل خطیب بغدادی، جلد ۱، صفحہ ۱۲۴

۱۵ الحاکم، الفاظ کے معمولی تغیر کے ساتھ یہ روایت بیہقی، مسند احمد بن حنبل، مستدرک حاکم وغیرہ میں پائی جاتی ہے اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بھی اس کو درج کیا ہے، دیکھو زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۲۲

۱۶ یہ سب باتیں صحیح مسلم میں ہیں--- ۱۷ بخاری و مسلم

۱۸ ترمذی ۱۹ ایضاً

۲۰ ابو نعیم فی الحلیہ منقول از زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۱۰۸

۲۱ روض الانف از محدث سہیلی، بحوالہ بستان علی قیروانی، صفحہ ۱۰۵

۲۲ زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۹۱

۲۳ یہ روایت ابن عباس کی ہے، ابن عساکر، خرائطی، ابو نعیم وغیرہ اس کے راوی ہیں

۲۴ زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۱۰۲ میں اس روایت کی تفصیلات پڑھیے

۲۵ کہانت کا رواج جاہلیت کے زمانے میں عرب میں بھی تھا اور عرب کے سوا بھی دوسرے ملکوں میں اس خاص طریقے کی مشق و ملکہ حاصل کیا کرتے تھے، ہمارے علماء کا خیال ہے کہ بعض لوگ جن یا خبیث روحوں کو تابع کر کے آئندہ کے واقعات ان سے دریافت کیا کرتے تھے اور کچھ ایسے بھی تھے جو وجد کی سی کیفیت اپنے اوپر طاری کرتے تھے، جس سے ان میں یک

سوئی کی حالت پیدا ہو جاتی تھی، جو عوام کو معلوم نہیں ہوتے اور کبھی علم نجوم یا علم کف دست قیافہ وغیرہ سے بھی اس راہ میں ان لوگوں کو مدد ملتی تھی لیکن یہ سارے ذرائع زیادہ تر مشکوک وہم ہوتے ہیں، ایک میں ننانوے باتوں کا اضافہ آدمی کا وہم کر دیتا ہے، اسی لیے اسلامی شریعت میں ان امور کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے---

۲۶ کتاب یسعیا نبی، باب ۶۰

۲۷ ابن ہشام، زرقانی وغیرہ، جلد ا، صفحہ ۱۰۶

۲۸ شامی، واقدی، زرقانی وغیرہ

۲۹ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ونقلہ الزرقانی والاندلسی

۳۰ زرقانی نے مستدرک حاکم، ابن حبان وغیرہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور تفصیل کے ساتھ اس پر بحث کی ہے، بصریٰ، شام کے ایک تجارتی شہر کا نام ہے---

۳۱ انجیل متی، باب ۴، نمبر ۷

۳۲ ابن اسحاق فی مغازیہ

۳۳ ابو نعیم عن ابن عباس--- عالم غیب میں کیا سلامی کی توپیں اتاری گئیں، جن کے اثرات شہادت تک پھیل گئے؟--- ممکن ہے کہ اس سے یوم ولادت میں توپ سلامی کے مسئلے کو مستنبط کریں---

۳۴ ابو نعیم فی الحلیہ وزرقانی

۳۵ یسوع نے انہیں کہا:

"کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا وہی کونے کا سرا ہوا، یہ خداوند سے ہوا اور ہماری نظروں میں عجیب ہے، اسی لیے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور ایک قوم کو جو اس کے پھل لا دے، دی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا چور چور ہو جائے گا، پر جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا"---[انجیل متی، باب نمبر ۲۱ نمبر ۴۲ تا ۴۴، نیز انجیل لوقا، باب ۲۰، نمبر ۱۷، ۱۸]

بخاری اور مسلم کی متفقہ روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ، اِنَّ مَثَلِیْ وَ مَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ

رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا، فَأَحْسَنَهٗ وَ أَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَ يُعْجِبُوْنَ وَ يَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ---[بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ﷺ]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور اگلے پیغمبروں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک گھر بنایا اور اس کو خوب آراستہ کیا، مگر ایک جانب کونے میں اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس گھر کے اطراف میں پھرتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (ایسے آراستہ گھر میں) یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی؟---تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں''---

۳۶ حافظ ابو عمرو بن عبد البر، فی کنایۃ النساء، منقول از روض الانف

۳۷ آئندہ روایات زرقانی شرح مواہب لدنیہ سے ماخوذ ہیں، اصل کتابوں کے حوالے اور ان کے متعلقہ مباحث کا مطالعہ اسی کتاب میں کرنا چاہیے---

۳۸ البیہقی و ابو نعیم، بحوالہ زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۱۲۰

۳۹ انجیل متی، باب ۲، نمبر ۱، ۳

۴۰ حاکم کی مستدرک میں بھی یہ روایت ہے، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی تصحیح کی ہے---زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۱۲۱

۴۱ رواہ بیہقی و ابو نعیم و الخرائطی و ابن عساکر و ابن جریر، طبری---کسریٰ، شاہ ایران کا عراقی مستقر مدائن میں تھا، جو موجودہ شہر بغداد سے چند میل کے فاصلے پر ہے، محل کا کچھ حصہ آج بھی باقی ہے---

۴۲ عرب کے جدید جغرافیہ دان، اطلسوں میں اس کی نشان دہی بھی کرتے ہیں لیکن ہمارے یہاں کے عام شارحین حدیث دسیر بحیرۂ ساوہ کی نشان دہی فارس کے اس علاقے میں کرتے ہیں جو ہمدان اور قم کے درمیان واقع ہے---کہتے ہیں کہ اسی علاقے میں جہاں آج کل ساوہ نامی شہر آباد ہے، پہلے ایک دریا تھا، جس میں کشتیاں چلتی تھیں، مگر عہد ولادت میں وہ خشک ہو گیا اور اسی خشک جگہ پر اب شہر آباد ہے---[زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۱۲۱]



وجہ تخلیقِ عالم ہے نام آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا

بعد ربِّ علیٰ، اعلیٰ نام آپ کا ، لوح عالم پہ نقشِ دوام آپ کا

''سارے نبیوں سے اونچا مقام آپ کا، سب پہ لازم ہوا احترام آپ کا''

حبّذا حبّذا احتشام آپ کا ، جبریلِ امیں ہے غلام آپ کا

روزِ میثاق شاہد ہے اس امر پر ، بول بالا رہا ہے مُدام آپ کا

اپنے اظہار کا جب ارادہ کیا ، رب نے محبوب کا نور پیدا کیا

پھر اسی نور سے بزمِ ہستی سجی ، وجہ تخلیقِ عالم ہے نام آپ کا

حاضرِ ہر مکاں ، ناظرِ ہر زماں ، آپ مختارِ کل ہیں بربِّ جہاں

فرش سے عرش اور عرش سے لامکاں ، فاصلہ اس قدر؟ ایک گام آپ کا

آپ آئے تو سب ظلمتیں چھٹ گئیں ، قہر اور جبر کی بیڑیاں کٹ گئیں

صرف انساں نہیں ، عالمیں کے لیے فیضِ رحمت ہے سرکار عام آپ کا

شہر طیبہ ہے یا ہے محبت نگر ، رشکِ جنت ہے سرکار کی رہ گزر

اہلِ ایماں جو حاضر ہوں دربار پر ، ان کو ملتا ہے آقا سلام آپ کا

آپ کا در ہے لاریب خالق کا در، آپ کا گھر یقیناً ہے خالق کا گھر
اس کو کونین کی نعمتیں مل گئیں، ہو گیا جس پہ الطافِ تام آپ کا

آپ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے، آپ کا ساتھ اللہ کا ساتھ ہے
بندگی رب کی ہے بندگی آپ کی، ہے کلامِ خدا ہی کلام آپ کا

دارِ دنیا ہو یا ہو بہشتِ بریں، قبر ہو، حشر ہو، ہر جگہ، ہر کہیں
مقصدِ زندگی، حاصلِ بندگی، احترام آپ کا، احترام آپ کا

حشر کے تپتے صحرا میں میرے نبی، جب کہ حد سے بڑھی ہو گی تشنہ لبی
ایسے لمحاتِ جاں سوز میں سیّدی! ہم کو کافی ہے بس ایک جام آپ کا

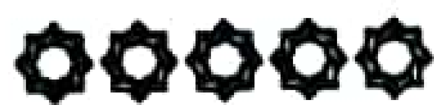
شامِ آلام کی چار سو تیرگی، کفر و الحاد کی رات گہری ہوئی
ہم کو درکار ہے روشنی یا نبی، ہم کو مطلوب ہے ابتسام آپ کا

شرق سے غرب تک چھا گئی مُردنی، حالت امت کی نازک تریں ہو گئی
ہر قدم پہ نئی کربلا ہے سجی، اب تو بگڑی بنانا ہے کام آپ کا

فرقتِ ہجر میں نوریؔ بے نوا، تک رہا ہے مدینے کا رستہ سدا
جلد مل جائے طیبہ کا ویزا شہا، باریابی کا آئے پیام آپ کا

صلی اللہ علیک و سلم

(صاحب زادہ) محمد محبّ اللہ نوری



حلیمہ کی گود کا پالا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا عبدالحق ظفر چشتی

بچے کس گھر میں پیدا نہیں ہوتے--- کس گھر میں بچے پیدا ہونے کی خوشیاں نہیں منائی جاتیں--- لیکن پتہ نہیں، کیا بات ہے، یہ پھل جتنا کچا ہوتا ہے، اتنا ہی زیادہ میٹھا ہوتا ہے--- جوں جوں یہ پھل پکتا جاتا ہے، کڑوا، کسیلا، کھٹا اور پھیکا ہوتا جاتا ہے--- پورے معاشرے میں وہ گھر انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں، جن گھروں میں یہ پھل پک کر بھی میٹھا رہتا ہے--- ویسے دوسرے پھل بھی، سیب، کیلا، امرود، کنوں، فروٹر، انگور، کھجور، انار پک کر بھی زیادہ دیر تک میٹھے نہیں رہتے، گل سڑ جاتے ہیں، بدبو چھوڑ جاتے ہیں، گلی میں پھینکنے پڑ جاتے ہیں---

میرے مہربانو! یہ بچہ، جس نے ساری دنیا کو دکھوں سے بچایا، جس نے انسانیت کو اخوت و مساوات کے شیرے میں ڈبویا--- ایسا میٹھا پھل، سبحان اللہ!---

ماں کی گود سے قبر کی گود تک اور قبر کی گود سے اب تک--- پھر حشر تک اور حشر کے بعد ابد الآباد تک--- یہ پھل شیریں سے شیریں تر ہوتا چلا گیا--- نام بھی میٹھا، ذات بھی میٹھی--- کردار بھی میٹھا، بات بھی میٹھی--- بچپن، لڑکپن، اٹھان، جوانی، جوانی کا ہر دن، جوانی کی ہر رات، بالوں میں چاندی آنے سے ظاہری زندگی کے آخری، بالکل آخری لمحے تک، ہر لمحہ میٹھا اور

میٹھا بھی ایسا جس سے جی نہ بھرے، بلکہ ایسا کہ طلب بڑھتی جائے، بڑھتی جائے اور بڑھتی جائے:

محمد ان کا ہے نام نامی ، امینِ عظمت بڑا گرامی
ہے کتنا شیریں یہ نام پیارا، مٹھاس کتنی بھری ہوئی ہے

صبح صادق کو، جس نے صادق بنایا--- اس صداقت کے وقت کو جس نے قیامت تک صداقت کا ''پیغام بر'' بنا دیا--- اللہ اکبر کی آواز سے آشنا کر دیا--- اسی صبح صادق کے وقت اصدق الصادقین، اکرم الاکرمین ﷺ امن وامان کی ''پیغام بر'' ماں آمنہ کی گود میں رونق افروز ہوا:

جب ہوا ضو فگن دین و دنیا کا چاند
آیا خلوت سے جلوت میں اسریٰ کا چاند
نکلا جس وقت مسعود بطحا کا چاند
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

دُھلا دُھلایا، ناف بریدہ، مکحول (آنکھوں میں سرمہ ڈالا ہوا)، مختون (ختنہ شدہ)، پاک، صاف، ستھرا، خوش بوؤں سے مہکا ہوا، باہوش، ہوش مندی کی اعلیٰ ترین مثال، پیدا ہوتے ہی اپنے خالق، اپنے مالک، معبودِ حقیقی کے حضور سجدہ ریزی سے زندگی کا آغاز کرنے والا:

پہلے سجدے پہ روزِ ازل سے درود
یادگاریٔ امت پہ لاکھوں سلام

بچے پیدا ہوتے ہیں، روتے ہیں، یہ بچہ بھی رویا لیکن دنیا میں آنے پر نہیں، دنیا کی حالت زار پر رویا، زار زار رویا--- ''رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ، رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ، رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ'' کہتا ہوا رویا--- میرے مالک، میرے مربی! جیسے ''اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ'' کہہ کر تو نے مجھے ہر خوبی سے نواز دیا ہے، میری امت بھی، میرے ہی حوالے کر دے، اس کی قسمت سنوارنا میرے سپرد کر دے--- مالک نے ان کی یہ تمنا بھی پوری کر دی اور وقت آنے پر اس کا اعلان بھی کر دیا--- محبوب! ﴿وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی﴾ ''تیرا رب تجھے اتنا کچھ دے گا کہ تو خوش ہو جائے گا''---

سیانے کہتے ہیں، بچوں کو خوش رکھ کر اچھا نہیں بنایا جا سکتا--- اچھا بنا کر خوش رکھا جا سکتا ہے اور وہ تو تھے ہی اچھے--- اچھائیاں بانٹنے والے، خوش رکھنے والے--- اہل عرب بچوں کو

شہروں کی پُرہول زندگی اور سہل پسندی کی زندگی سے دور، دیہاتی ماحول میں، سخت جانی اور پتھریلی زمین کی زندگی، فصاحت و بلاغت کی زبان اور دودھ کی طرح دُھلی زبان سے آشنا کرنے اور دودھ پلانے کے لیے دیہاتی دائیوں کا انتخاب کرتے---

ربیع الاول تھا، یعنی فصل بہار کا پہلا موسم، دیہاتوں سے دائیوں کی آمد کا موسم، وہ بھی گروہ در گروہ ہی چلتی ہوں گی--- صحت مند خواتین، صحت مند سواریوں پر ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے امیر سے امیر گھرانوں کے بچے گود میں لینے کی سبقت کی دوڑ، دوڑتی ہوئیں مکے آ پہنچیں--- ان میں ایک حلیمہ نام کی دائی بھی تھیں، کمزور سی، غریبنی سی، وہ بھی اور اس کا خاندان بھی--- اس کی سواری بھی ویسی ہی، وہ پیچھے رہ گئی، بہت پیچھے، سب سے آخر میں--- کھیل مقدر کا، سب سے آخر میں آنے والی مقدر کی دھنی نکلی--- مکے میں پہلے آنے والی اس کے خاندان کی دائیوں کو جو ملا، وہ ان کا مقدر تھا، لیکن اس کو تو مقدر بھی اسی گھر سے مل گیا:

اوروں کو ملا ہے تو مقدر سے ملا ہے
اس کو تو مقدر بھی اسی گھر سے ملا ہے

حضرت حارث، حلیمہ کے خاوند کہتے ہیں، میری سواری، دوسری سواریوں میں سب سے ہلکی اور کمزور سی، سبز رنگ کی گدھی--- اور اونٹنی اس سے بھی کمزور، جس کے پاس دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا--- حلیمہ کہتی ہیں، میرا بیٹا بھوک کی وجہ سے ساری ساری رات روتا رہتا، نہ سوتا، نہ سونے دیتا--- حلیمہ کہتی ہیں میں مکے پہنچی، تو میری سہیلیاں مکے کے بڑے بڑے امیروں کے گھرانوں سے بچے لا چکی تھیں--- ہر ایک کی گود بھری ہوئی تھی--- مکے میں اگر کوئی بچے باقی تھے بھی تو انہوں نے مجھے کمزور، بیمار اور ہلکی سمجھ کر اپنا بچہ دینے سے انکار کر دیا اور ننھے حضور کو، میرے محمد ﷺ کو یتیم سمجھ کر سب چھوڑ گئی تھیں--- اگر ان کو بھی کوئی بڑی بی لے جاتیں تو ہم غریب کہاں جاتے---

سوچا، خالی ہاتھ جانے سے بہتر ہے یتیم بچہ اگر مل جائے تو گود لے لیتے ہیں--- حارث نے بھی یہی مشورہ دیا--- میں نے گھر جا کر دستک دی--- کمال وجاہت کے ایک بزرگ نے دروازہ کھولا، اندر آنے کی اجازت دی اور آنے کا سبب پوچھا--- عرض کیا، حضور دائی ہوں، بچہ گود لینا چاہتی ہوں، کرم فرما دیں تو غریبنی ساری عمر اس آستانے کو دعائیں دیتی رہے گی---

بابا جی نے نام اور قبیلہ پوچھا--- حلیمہ میرا نام ہے اور قبیلہ سعد سے تعلق رکھتی ہوں---

آپ نے کمال محبت سے فرمایا:

بَخٍ بَخٍ سَعْدٌ وَّ حِلْمٌ خَصْلَتَانِ ذَاهُمَا خَیْرُ الدَّهْرِ وَ عِزُّ الْاَبَدِ---

''واہ واہ! سعد اور حلم دو ایسی خصلتیں ہیں جو زمانے میں سب سے بہتر اور ہمیشہ کی عزت ہیں''---

آپ نے فرمایا:

هَلْ لَکِ تُرْضِعِیْهِ عَسٰی اَنْ تَسْعَدِیْ بِهٖ---

''کیا تو اس کو دودھ پلائے گی، حلیمہ! اس کی برکت سے تیرا دامن سعادتوں سے بھر سکتا ہے''---

دانش مندوں کی باتوں میں بھید ہوتے ہیں--- میں نے عرض کیا، حضور! بندی حاضر ہے--- آپ نے مجھے بچے کی والدہ سے ملنے کو کہا--- میں اندر گئی، آمنہ نے استقبال کیا--- ایسے ہوا جیسے میں امن کے حصار میں آ گئی ہوں--- میں نے آگے بڑھ کر دیکھا، سبز بستر پر، بالکل سفید صوف کے لباس میں لپٹے ہوئے ہیں--- کستوری کی مہک اٹھ رہی ہے--- میں تو دیکھتے ہی فریفتہ ہو گئی، دل ہار بیٹھی--- نہ ایسا بچہ کبھی دیکھا تھا اور نہ ایسی خوش بو کبھی سونگھی تھی:

آئینہ حیرت میں ہے، آئینہ گر حیرت میں ہے
تیری صورت دیکھ کر، تیرا سراپا دیکھ کر
ماہ و انجم کی جبینوں پر پسینہ آ گیا
پیکرِ انوار تیرا، نوری تکوا دیکھ کر

میں نے بے اختیار، آنکھوں کے عین درمیان، پیشانی کو بوسہ دیا اور اٹھا کر اپنے خاوند حارث کے پاس لے آئی، جو باہر میرے انتظار میں تھے--- دیکھ کر کہنے لگے:

وَ اللّٰهِ یَا حَلِیْمَةُ لَقَدْ اَخَذْنَا نَسْمَةً مُّبَارَکَةً---

''حلیمہ! مبارک ہو، اللہ تعالیٰ ﷻ کی قسم ہم نے یمن و برکت کا وجود پا لیا ہے''---

مبارک تجھے یہ بڑائی حلیمہ — بڑے حلم والے کو لائی حلیمہ
وہ اللہ والا تری گود میں ہے — ثنا گر ہے جس کی خدائی حلیمہ
بنی سعد کا دشت، رشک چمن ہو — گل ہاشمی چُن کے لائی حلیمہ

میں اندر گئی، بچے کو دودھ پیش کیا--- دودھ کے خشک سوتے نہ جانے کہاں سے پھوٹ

پڑے؟--- ہر ماں کی عادت ہوتی ہے، بچے کو ایک طرف سے دودھ پلا کر دوسری طرف سے بھی دودھ پلاتی ہیں، میں نے بھی بچے کو دوسری طرف پیش کی تو آپ ﷺ نے دودھ نہ پیا---

اس انوکھے بچے نے پہلے دن سے رضاعت کی عمر کے آخری دن تک ایک طرف سے ہی دودھ پیا--- دوسری طرف میرے بیٹے عبداللہ، اپنے دودھ شریک بھائی کے لیے چھوڑ دی---

یوں تو آپ کی ہر ادا مر مٹنے والی تھی لیکن اس ادا نے میرے دل میں گھر کر لیا کہ اس عمر میں بھی دوسروں کا اتنا خیال کہ کسی کا حق مارنا پسند نہ کیا---

مثل مادر حلیمہ پہ احساں کریں
ان کی بخشش کا طفلی میں ساماں کریں
پاس حقِ رضاعت کا ہر آں کریں
بھائیوں کے لیے ترک پستاں کریں
دودھ پیتوں کی نَصفَت پہ لاکھوں سلام

آمنہ بی، سبحان اللہ کیسی عورت تھیں؟--- امن وامان یا یمن وبرکت کے شگوفے تو اسی کے گھر سے پھوٹتے نظر آتے ہیں--- آپ نے مجھے بچے کا نام بتایا--- فرمایا، ان کا نام محمد ہے (ﷺ)--- عرب میں ایسے ناموں کا رواج نہ تھا--- اتنا خوب صورت نام، جتنا خوب صورت خود نومولود--- میری حیرانگی دور فرمانے کے لیے فرمانے لگیں، یہ نام ان کے دادا جان نے رکھا ہے--- کہتے ہیں کہ میرا جی کرتا ہے، ساری دنیا ان کی تعریف ہی کرتی رہے--- ویسے تم بتاؤ! میرا بچہ تعریف کے قابل ہے ناں؟--- جی بہن جی! ہاں ہاں، اتنی تعریف کے قابل کہ بار بار کروں تو جی نہ بھرے، میں تو پہلے ہی فدا ہو چکی ہوں---

آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے بچے کے بارے میں کچھ راز کی باتیں بھی بتائیں--- دادا جان حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی باتوں میں شامل ہو گئے--- مزید تعارف ہوا، مجھے کچھ ہدایات ارشاد فرمائیں--- ماں نے اور دادا جان نے باری باری بچے کو اٹھایا، پیار کیا، بوسے دیے اور ذرا سی بھیگی پلکوں کے ساتھ دعائیں دیتے ہوئے رخصت کیا---

میری عمر کا ایک حصہ بیت چکا تھا، کئی بچوں کو دودھ پلا چکی تھی--- غیر بچے کو دودھ پلاتے پلاتے آہستہ آہستہ محبت کے جام بھرتے ہیں لیکن یہاں تو معاملہ ہی عجب تھا--- ایک انجانی قوت تھی جو میرے دل میں، میری آنکھوں میں، میری بانہوں میں محمد (ﷺ) کی محبت کوٹ کوٹ

کر بھری جا رہی تھی --- ایک عجیب سے کیف میں ڈوبی اپنے خیمے کی طرف جا رہی تھی، میرے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے:

نصیبہ میرا ناز کرتا ہے مجھ پر
کہ روشن ستارے کو لے کر چلی ہوں
ہوئے دو جہاں جس کے جلووں سے روشن
اسی ماہ پارے کو لے کر چلی ہوں

خیمے میں پہنچی، حارث میرے ساتھ تھے --- میرا بیٹا رو رہا تھا، بھوک نے اس کا صبر چھین لیا ہوا تھا --- میں تو پہلے بھی اس خیمے میں آتی جاتی رہتی تھی، میرے آنے سے کیا ہوتا ہے؟ --- محمد کی ذات نے میرے خیمے میں قدم رکھا، آرام، سکون، چین، راحت، ہر نعمت نے ہمیں اپنے چھپر میں لے لیا --- میری چھاتی دودھ سے بھر گئی، بچے نے میرے صلبی بیٹے نے شاید اپنی زندگی میں پہلی بار پیٹ بھر کر دودھ پیا تھا --- اسے سکون ملا، کہیں سے نیند کی دیوی نے بھی میرے خیمے کا منہ دیکھ لیا اور میرا بچہ نیند کی آغوش میں چلا گیا --- میں شاعر تو نہیں ہوں لیکن اس کیف میں ڈوبی ہوئی میں کچھ گنگنا رہی تھی:

رہے محروم اس دولت سے دولت ڈھونڈنے والے
سبھی کچھ پا گئے دامان رحمت ڈھونڈنے والے

ہم نے دیکھا، ہماری گدھی اور اونٹنی کا رنگ بھی نکھرنے لگا --- بے چینی اور بے بسی کا، غربت و افلاس اور کم مائیگی کا احساس، جو ہمیں لے ڈوبا تھا، رفتہ رفتہ مٹنے لگا --- ہم نے کعبہ کا الوداعی طواف کیا، واپسی کی تیاریاں ہونے لگیں --- سامان سمیٹ لیا گیا، جیسے آنے میں ہم پیچھے رہ گئے تھے، ایسے ہی جانے کے لیے بھی ہم پیچھے رہ گئے ---

دو چار دن کے وقفے کے بعد ہم بھی روانہ ہو گئے --- سچ جانیے یہ وہ اونٹنی نہیں تھی جس پر ہم آئے تھے لیکن یقین جانیے وہی تھی --- سواری نہیں بدلی تھی بلکہ سوار بدل گیا تھا، جس نے سواری کی کیفیت ہی بدل ڈالی ---

اپنے اپنے مقدر دی ہوندی اے گل — آئیاں دائیاں ہزاراں سی مکے دے دل
جس دی ڈاچی قدم وی نہ سکدی سی چل — عرش دے شہ سواراں دے کم آ گئی

دکھ کے فاصلے طویل ہوتے ہیں --- سکھ کی مسافتیں اور دوریاں، مسافتیں اور دوریاں نہیں

رہتیں--- ہمارے لیے یہ پہلا تجربہ تھا--- اونٹنی فراٹے بھرتی جارہی تھی، پہلے سے چلے ہوئے قافلے کو ہم نے جلد ہی جالیا بلکہ ان سے آگے نکل گئے--- مجھے حارث کی بات بار بار یاد آتی ہے:

وَ اللّٰہِ یَا حَلِیْمَۃُ لَقَدْ اَخَذْنَا نَسَمَۃً مُّبَارَکَۃً---

''خدا کی قسم! حلیمہ، ہم نے انتہائی برکت والا وجود پایا ہے''---

مکہ سے روانہ ہونے سے پہلے کا واقعہ بھی ایسا حیران کر دینے والا تھا کہ میرے ذہن سے نکلتا ہی نہ تھا--- میرا جی چاہا، مکے سے روانہ ہونے سے پہلے برکت کے لیے ننھے حضور کو حجر اسود کا بوسہ دلا دوں--- جب میں حدود کعبہ میں داخل ہوئی تو ہبل، لات، عزیٰ اور دیگر بت اپنی اپنی جگہ سرنگوں ہو گئے--- سوچا، ہوسکتا ہے یہ میرا وہم ہو--- میں آگے بڑھی، میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ حجر اسود اپنی جگہ سے نکلا اور آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس اور آپ ﷺ کے لبوں کے ساتھ چمٹ گیا، گویا بوسے پہ بوسے لینے لگا---

یہ کوئی چھوٹی سی بات تو نہیں تھی، ہم نے پتھروں کے حضور لوگوں کو جھکتے تو دیکھا تھا، پتھروں کو یوں سراپا نیاز ہوتے کبھی نہ دیکھا تھا--- یہ واقعہ ابھی تک ذہن اور حافظے کے ہر گوشے کے ساتھ چپکا ہوا تھا کہ سفر کے واقعات نے کئی اجنبی راستے کھول دیے---

لوگ جائیں حجر اسود چومنے

حجر اسود نے تیرا بوسہ لیا

ہر قدم پر احساس ہوتا ہے کہ محمد، حضور اعلیٰ کا ہر قدم میرے، حارث اور شیما کے دل کو پکڑ نہیں لیتا تھا، دل کو چھین لیتا تھا--- قافلہ تو بہت پہلے سے روانہ ہو چکا تھا--- انہیں احساس تھا کہ مریل گدھی اور بے جان اونٹنی ان کا راستہ بھی کھوٹا کرے گی، اس لیے ہمارا انتظار کیے بغیر ہی قافلہ چل دیا تھا--- لیکن ننھے حضور کی برکت سے ہم نے انہیں ''وادئ سرؔ'' میں جالیا--- میری سہیلیوں نے ہمیں، ہم سے بھی زیادہ حیرت زدہ ہوتے ہوئے پوچھا، حلیمہ! یہ تیز رفتار اونٹنی کہاں سے لی ہے؟--- اور وہ پہلے والی کہاں ہے؟--- ہم تو مسرت و حیرت کے جذبات میں ڈوبے ہوئے ہی تھے--- لوگ ہمیں بھی دیکھ دیکھ کر حیرت زدہ ہو رہے تھے--- میں نے جواب دیا، سواری نہیں سوار بدلا ہے، جس نے ہماری قسمت ہی بدل کر رکھ دی ہے--- خیر ہم چلتے چلتے ان سے پہلے اپنی وادی میں جا پہنچے--- البتہ میں نے محسوس کیا:

رَأَیْتُ الْحَسَدَ مِنْ بَعْضِ نِسَائِنَا---

''میرے ہم قافلہ عورتوں کے دلوں میں حسد کی چنگاری پھوٹ پڑی ہے''---

یوں تو ننھے حضور کو چند اور خوش نصیب بیبیوں نے بھی دودھ پلایا تھا---خود بی بی آمنہ نے، ثوبیہ نے، بنی سلیم کی تین ہم نام عاتکہ نے، خولہ بنت منذر نے یہ سعادت حاصل کی تھی لیکن جو نعمت مستقل میرے حصہ میں آئی، وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آئی--- میں اپنے رب کی اس عنایت پر حیران تھی کہ بنی سعد کی کتنی ہی دائیاں مکے گئی تھیں، اگر ان میں کوئی آپ ﷺ کو گود لے لیتی تو ہمارا کیا بنتا؟--- یہ تو ہمیں بعد میں علم ہوا کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ننھے حضور ﷺ کے دادا حضور نے میرا نام اور میرا قبیلہ کا سن کر بخ بخ کہتے ہوئے کیوں استقبال کیا تھا---آپ نے ہمیں بتایا کہ بنی سعد کی دائیاں جب آئیں اور ننھے حضور کو یتیم سمجھ کر چھوڑ کر چلی گئیں تو فکر ہوئی کہ کیا ہمارے اس لخت جگر کو، رشک خورشید وقمر کو کوئی دائی دودھ نہ پلائے گی؟---تو ہاتف غیبی نے آواز دے کر کہا:

اِنَّ ابْنَ اٰمِنَةَ الْاَمِیْنَ مُحَمَّدًا
خَیْرُ الْاَنَامِ وَ خَیْرُ الْاَخْیَارِ

''بے شک آمنہ کے لال، امین وکریم محمد ﷺ خیر الخلائق ہیں اور سارے اچھوں سے اچھے ہیں''---

مَا اِنَّ لَہٗ غَیْرَ الْحَلِیْمَةِ مُرْضِعَةٌ
نِعْمَ الْاَمِیْنَةُ هِیَ عَلَی الْاَبْرَارِ

''ہاں حلیمہ کے سوا اس کی اور کوئی ''آیا'' نہیں ہوگی، وہ ایک امین، امانت دار بہترین خاتون ہیں، جو ابرار کی نگہداشت کرنا جانتی ہیں''---

مَاْمُوْنَةٌ عَنْ کُلِّ عَیْبٍ فَاحِشٍ
وَ نَقِیَّةُ الْاَثْوَابِ وَ الْاَوْزَارِ

''وہ ہر فحش، عیب اور غلط کاری سے بچی ہوئی، پاک دامن اور کردار کی مضبوط عورت ہیں''---

لَا تُسْلِمَنْہُ اِلٰی سِوَاھَا اَنَّہٗ
اَمْرٌ وَ حُکْمٌ جَاءَ مِنْ جَبَّارٍ

''ہمارے اس محبوب کو اس کے سوا کسی اور کے سپرد نہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی

طرف سے آپ کے نام امر اور حکم ہے"---

ہاتف غیبی کے اس پیغام نے ہمیں تیرے انتظار میں بے چین کر رکھا تھا--- جب آپ نے یہ بات سنائی تو پھر ہمیں اپنے مقدر پر مزید رشک آیا کہ یہ کہیں اور سے پہلے ہی فیصلے ہو چکے تھے---

میرے دل پہ ہیں نقش قدم آپ کے
مجھ گناہ گار پر ہیں کرم آپ کے
چڑھتی رہتی ہے مینار پر زندگی
گرتے رہتے ہیں قدموں پہ ہم آپ کے

لگتا تھا کہ ننھے حضور اور آپ کے رب نے ایک بدوی عورت جیسی اجنبی عورت کو اپنی بے پناہ عنایات سے رام کر لیا ہے--- میں اکثر ننھے حضور کو اور اپنے عبداللہ، اپنے بیٹے کو قریب قریب لٹاتے ہوئے کہتی، یہ میرا عبداللہ ہے، یہ میرے محمد ہیں، میری دو آنکھیں ہیں--- اے میرے گھر آنے والے! تیری تعریفیں کرتی نہ تھکوں، تیرے قدم کتنے مبارک ہیں، تو نے ہم بوریہ نشینوں کو سیراب کر دیا ہے---

تشریف آوری ہوئی جب سے حضور کی
نقشہ ہی کچھ عجیب میرے گھر کا ہو گیا

ابتدائی دنوں کی بات ہے کہ اپنے مقدر اور نصیب--- اور ان کی نسیم بہاری کے لطف میں ڈوبی نہ جانے کن خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ مجھے خیالوں کی دنیا سے حقیقت کی دنیا میں لانے کے لیے ایک واقعہ ہو گیا---

بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری گھر کے صحن میں جہاں میری دونوں آنکھیں، میرا محمد اور میرا عبداللہ میری دونوں آنکھیں ٹھنڈی کر رہے تھے، آئی--- میرے محمد کے قدموں کو بوسہ دیا، پھر سجدہ کیا، پھر سراپا عقیدت بن کر کھڑی ہو گئی--- جانے وہ کتنی دیر اسی عقیدت کے شیرے میں ڈوبی رہتی کہ چرواہا ادھر آنکلا، اس نے پچکارا اور وہ بھاگ کر ریوڑ میں شامل ہو گئی--- واہ ری بکری! تیری پہچان کے صدقے، کہ تو نے بھی پہچان لیا--- تیری آنکھ اور آنکھ کی بصیرت پر قربان جاؤں---

بیاں کرتا کہ بھیڑ اور بکریاں بھی سجدے کرتی تھیں
فضائے دشت کی چڑیاں بھی دم الفت کا بھرتی تھیں

میری ایک عزیزہ قریب کی تھی اور پڑوس بھی تھا--- ایک دن کہنے لگی، حلیمہ! بڑی امیر ہو گئی

ہے--- جب سے قحط سالی ہوئی ہے تیرے گھر میں تو ویسے ہی کبھی دیا نہیں جلا تھا، اب ساری رات دیا جلتا رہتا ہے اور تیرے گھر سے روشنی پھوٹ پھوٹ باہر نکلتی رہتی ہے--- میں نے کہا، نہیں بہن! میں دیا نہیں جلاتی:

رات کو بھی جن کے گھر تاریکیاں آتی نہیں
مانگ لائی ان سے جا کر ان کے گھر کی روشنی

اور جان بوجھ کر بتاتی بھی نہیں تھی کہ کوئی حسد کی آگ میں جل کر میرے محمد (ﷺ) کو حسد کی آگ میں نہ جلا دے--- یہ تو ایک نور تھا جو ہر وقت آپ کے چہرے سے دمکتا رہتا تھا---

حلیمہ کا گھرانہ خوش تھا اپنی خوش نصیبی پر
یہ بچہ ایک دامن تھا غریبی پر، یتیمی پر
تھا اک سادہ سے گھر میں دولتِ کونین کا وارث
رضاعی ماں حلیمہ تھی، رضاعی باپ تھا حارث

یوں تو سارا گھرانہ کیا، سارا خاندان محمد کی حیرت زا کیفیتیں دیکھ دیکھ فرط محبت سے جھوم جھوم جاتا تھا لیکن میری بڑی بیٹی جس کا نام حذاقہ تھا، ہم پیار سے اسے شیما شیما کہتے تھے، دوسری کا نام انیسہ تھا، وہ چھوٹی تھی لیکن سب سے زیادہ شیما ہی تھی جو انہیں اٹھاتی، بہلاتی، پیار کرتی، چومتی، سینے سے لگاتی اور پہروں اٹھائے رکھتی، اس کا جی ہی نہ بھرتا تھا--- چھوٹی سی عمر میں شاعری کہاں کی جاسکتی ہے لیکن محبت، عمر نہیں دیکھتی، اسے جو اپنے قرشی بھائی سے محبت تھی، اس محبت نے اس کو شاعر بنا دیا اور اس سے لوری کی شکل میں بڑے خوب صورت اشعار کہلوا دیے--- وہ لوریاں دیتی دیتی اشعار پڑھتی رہتی، میں بھی کبھی اس کے ساتھ شامل ہو جاتی اور کہتی:

یا رب اذا اعطیته فابقه
و اعله الی العلا و ارقه
و ادحض اباطیل العدی بحقه

”اے پروردگار! اگر تو نے ہمیں یہ نعمت دی ہے تو اسے بقا اور سلامتی بھی عطا فرما، انہیں انتہائی بلندی کے مقام تک پہنچا اور انہیں منزل مقصود تک پہنچا اور ان کے دشمنوں کے تمام باطل حیلوں کو انہی کے توسل سے کالعدم فرما“---

اور شیما اپنی دھن میں دعائیں دیتی رہتی:

یَا رَبَّنَا اَبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا
حَتّٰی اَرَاهُ یَافِعًا وَ اَمْرَدًا
ثُمَّ اَرَاهُ سَیِّدًا وَ مَسْعُوْدًا
وَ اَکْبِتْ اَعَادِیْهِ مَعًا وَ الْحَسَدًا
وَ اَعْطِیْهِ عِزًا یَدُوْرُ اَبَدًا

"اے ہمارے رب! محمد ﷺ کو ہماری خاطر بقا اور سلامتی عطا فرما، حتیٰ کہ میں آپ کو جوان اور ایک تن آور مرد دیکھوں، پھر میں انہیں اپنی قوم کے ایسے سرداروں کے روپ میں دیکھوں کہ سب لوگ آپ کی اطاعت اور فرماں برداری کر رہے ہوں اور اے ہمارے رب! ان کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل اور رسوا فرما اور انہیں وہ عزتیں عطا فرما، جو ابدالآباد تک قائم رہیں"---

مرا دل کہتا ہے کہ یہ الفاظ چھوٹی سی عمر میں اس نے نہیں کہے تھے، وہ خالق و مالک ہستی جو انہیں مراتب عظیم تک خود پہچانا چاہتی تھی، اس نے ہی میری بیٹی کے منہ سے یہ الفاظ نکلوائے جو امر ہو گئے--- پتا نہیں یہ کھیل کب سے جاری تھا، پہلے تو پتا ہی نہ چلا، ایک دن رات کا وقت تھا، موسم انتہائی خوش گوار، ہم باہر صحن میں سو رہے تھے کہ محسوس ہوا جیسے ہمارے گھر کے صحن کے درخت کا سایہ جھول رہا ہے، کبھی ادھر کبھی ادھر، میں تو ڈر سی گئی، یا اللہ خیر، یہ کیا ماجرا ہے؟--- اچانک میری نظر اپنے بیٹے محمد پر پڑی، پتا نہیں وہ کب سے انگلی ہلا رہے تھے اور چودھویں کا چاند ایک کھلونا بن کر ان کی انگلی کے اشارے پر کھیل کا سامان بنا ہوا تھا---

کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لیے
خود سراپا نور تھے ، وہ تھا کھلونا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر ، انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

پھر تو یہ معمول بن گیا--- پہلے تو دن کو آپ سے حیرت افروز واقعات سامنے آتے رہتے تھے، ہم نے رات کو کبھی غور ہی نہ کیا تھا، اس انکشاف نے ہماری راتیں بھی حسین تر بنا دیں--- ہم جب بھی ان کی طرف دیکھتے، ان کا چہرہ خوشی و مسرت کی کتاب کا سرورق بنا ہوا نظر آتا تھا--- ہم دیکھتے:

كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ نُوْرٌ كَنُوْرِ الشَّمْسِ ثُمَّ يَنْجَلِيُ عَنْهُ---

''یہ روز کا معمول تھا کہ سورج کی طرح کا ایک نور ہر روز نازل ہوتا اور پھر خود ہی غائب ہو جاتا''---

چاند، سورج میرے دروازے پہ پہرے دار تھے
جب میری بینائی کے حجرے میں آئے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

میرے خاندان کی بڑی بوڑھیاں مجھے متوجہ کرتیں کہ حلیمہ! تیرے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ بچے کو گاؤں کی صاف ستھری، نکھری آب و ہوا سے متعارف کراؤ--- بچہ باہر گلی میں کھیلے کودے گا تو اس کی جسمانی توتیں بھی پروان چڑھیں گی، اس لیے قریشی بچے پر اتنی پابندیاں عائد نہ کر، بلکہ اسے ذرا کھلا ماحول بھی فراہم کر---

ان کے مشورے اپنی جگہ لیکن میرے دل کو، شیما کے دل کو، حارث کے دل کو محمد نے اپنی محبت کی مٹھیوں میں ایسا بھینچ رکھا تھا کہ ایک لحہ آنکھوں سے اوجھل نہ کر سکتے تھے---

میرا دل ان کے در پر مثل تیر جاتا ہے
بہتیرا قید کرتا ہوں، بمع زنجیر جاتا ہے

یوں تو دوسرے بچے سال چھ مہینے میں جتنے پروان چڑھتے ہیں، میری آنکھوں کی ٹھنڈک محمد ان سے دوگنا پروان چڑھتے تھے--- سرخ و سفید چہرہ کہ کوئی آنکھ بھر کر دیکھ نہ سکے--- چوڑا اور فراخ سینہ، بازو مضبوط، گرفت سخت، گفتگو میں ٹھہراؤ، میٹھی میٹھی باتیں، خود اعتمادی، ابھرتی پیشانی، لب نازک پھول پنکھڑی پھول، چہرے پر وقار و تمکنت، اس مجموعی صورت حال سے بڑی بوڑھیوں کی نصیحتوں سے متاثر ہو کر آہستہ آہستہ دل پر پتھر رکھ کر باہر بھیجنے لگی لیکن دل اور نظر ہر وقت باہر ہی لگے رہتے--- یوں لگتا کہ ان کے انتظار میں آنکھیں ہی باہر چوکھٹ پر رکھ آتی ہوں---

صرف دو فقروں میں اپنا ترجمہ کرتی ہوں میں
مصطفیٰ میرے لیے اور میں برائے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ایک دن بکریاں چرانے والے ہمارے خاندان کے لڑکے بالے جو میرے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے جایا کرتے تھے، گھبرائے ہوئے، دوڑتے، ہانپتے، کانپتے آ پہنچے--- زور سے دروازہ کھٹکھٹانے پر میرا دل تو دھک سے رہ گیا--- اماں! اماں! محمد قریشی بھائی کہیں گم ہو گئے اور تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملے---

میری تو جان ہی نکل گئی--- باہر نکلی، روتی دھوتی، آہیں بھرتی--- بچے، بوڑھے، لڑکے، بالے میرے ساتھ شامل ہو گئے--- کبھی اس گلی میں، کبھی اس گلی میں--- راستے میں معبد آتا تھا، پروہت، عبادت گاہ کا بڑا پادری بیٹھا ہے، سب نے اس سے درخواست کی، دعا کرو ہمارا بچہ مل جائے--- وہ ہمیں بت خانہ میں لے گیا، گھٹنے ٹیک دیے--- شائد ہماری آہ وزاری سے وہ متاثر ہو گیا تھا، وہ بڑی لجاحت کے ساتھ بڑے بت کے حضور التجائیں کرنے لگا:

زیں زنے فرزند طفلے گم شدہ است
نام آں کودک محمد مصطفیٰ است (ﷺ)

''اے میرے بتو! اس عورت کا ایک بچہ گم ہو گیا ہے، اس کا نام محمد مصطفیٰ (ﷺ) ہے''---

چوں محمد گفت آں جملہ بتاں
سرنگوں گشتند ساجد آں زماں

''اس کے منہ سے ابھی اسم محمد (ﷺ) نکلا ہی تھا کہ اسی وقت سارے بت سرنگوں ہو کر سجدہ ریز ہو گئے''---

ان میں سے ایک بت بڑی فصاحت کے ساتھ بولنے لگا، اس نے کہا، حلیمہ!

غم مخور یاوہ نہ گردد او ز تو
بلکہ عالم یاوہ گردد اندرو

''غم نہ کر، وہ تم سے کبھی گم نہیں ہو سکتا، بلکہ ایک وقت آنے والا ہے کہ ساری دنیا اس میں گم ہو جائے گی''---

ہم سب حیرت زدہ باہر نکلے لیکن صبر نام کی کوئی چیز میری جھولی میں نہ تھی--- انتہائی کرب میں جہاں بکریاں چر رہی تھیں، ادھر نکل گئی--- ادھر دیکھ، ادھر دیکھ، اس پہاڑ کی اوٹ میں، کبھی اس پہاڑ کی اوٹ میں کہ اچانک جیسے مجھے آواز آئی، حلیمہ! ذرا آسمان کی طرف تو دیکھ--- میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ساری فضا گرد وغبار سے اٹی ہوئی ہے، ایک بہت بڑا ہجوم ہے، ایسے لگتا ہے کہ ہجوم راستے کی تلاش میں بھٹکتا پھرتا ہے اور اسے راستہ نہیں ملتا--- ایک بچہ ان سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے:

''ادھر میری طرف آؤ، میں راستہ ہی تو دکھانے آیا ہوں''---

میں نے غور سے دیکھا تو وہ میرے محمد قریشی حضور تھے--- میں نے بے ساختہ پکار کر کہا:

"اے میرے بیٹے محمد! میرے پاس آؤ"---

اتنے میں ننھے حضور اچانک میری انگلی تھامے ہوئے مجھے کہہ رہے ہیں:

"امی حضور! میں تو یہاں ہوں"---

میں نے اٹھایا، سینے لگایا، پیشانی چومی، گال سہلائے، دونوں بانہوں میں بھینچ لیا اور دھڑکتے دل کے ساتھ شکر خدا ادا کرتی ہوئی گھر آگئی---

جے رب دل دیاں اکھیاں دیوے، چانن دیوے نوروں
محبوباں نوں ویکھی جانواں، کیا نیڑے کیا دوروں

شاید مجھے ننھے حضور کا قدرت نے یہ رنگ دکھانا تھا--- اس واقعہ سے ساری بستی میں کہرام مچ گیا--- بت خانے کے بتوں کا واقعہ، تو جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا--- مجھے احساس ہوا کہ کہیں کوئی حاسد، میرے بچے کو اپنے حسد کی آگ کی پھنکار سے نہ جلا دے--- ہر وقت دعائیں مانگتی رہتی:

وَ اَكْبِتْ اَعَادِيْهِ مَعًا وَ الْحُسَّدَا---

"یا اللہ! اس کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل ورسوا کر دے"---

جل جاتے جو آتش حسد جلا کر
انسان ہیں وہ لوگ یا لکڑی کا برادہ

تو ہم پرستی کی بات نہیں حقیقت ہے--- گھر میں، خاندان میں یا بستی میں کسی کو درد ہوتا یا تکلیف، آپ ﷺ کا ہاتھ اس کو لگاتے تو آرام آجاتا--- پوری بستی کے ہر فرد کی نگاہیں فرط عقیدت ومحبت سے جھک جاتی تھیں--- لوگ کہتے، جس طرف قریشی بچے کے گھر والوں کی بکریاں چرنے جاتی ہیں، اپنی بکریاں بھی ادھر ہی لے جاؤ--- اب ہماری پہچان بھی ننھے حضور ہی تھے--- جہاں کہیں عورتوں میں، مردوں میں، چوپالوں میں، لڑکوں کی محفلوں میں، کوئی بات اگر ہمارے خاندان کے حوالے سے ہوتی تو لوگ کہتے، بھئی وہی حارث، جن کے گھر میں وہ بڑا خوب صورت سا، انوکھا نرالا سا قریشی بچہ ہے اور ہمارے لیے یہ پہچان باعث فخر تھی---

ہم سے گنہ گاروں کو اپنا بنا لیا
ہم پر تو ان کی ذات کے کتنے کرم ہوئے

عزت ملی ہمیں سرکار ہی کے نام سے
صدقے میں ان کی ذات کے ہم محترم ہوئے

یوں تو ہم سب کچھ ایسے سرشار رہتے تھے کہ ہر وقت قریشی بیٹے کی باتوں میں، کاموں میں، غیر معمولی حالات و کیفیت میں اور ان کے سحر میں ڈوبے رہتے تھے لیکن میری شیما پر تو واقعی ہر وقت ایک کیف طاری رہتا اور ہر وقت ایک دعا اسے کے لبوں پر سجی رہتی:

یَا رِبِّ وَ اَعْطِیۃِ عِزًّا یَدُوْمُ دائمًا---

''اے میرے رب! انہیں وہ عزت عطا فرما جو تا بہ ابد قائم و دائم ہو''---

یہ تو بالکل ایسے ہے جیسے کوئی اپنی سادگی میں دعا مانگے:

''اے اللہ! سورج کو چاند بنا دے''---

بھلا جو خود ساری دنیا کو عزت بانٹنے آئے ہوں، ان کو عزت کی دعا کیا دینا؟---لیکن بھکاری نے تو صرف مانگنا ہے، وہ صرف مانگتا رہتا ہے---

آپ ہی کے نام سے عزت کمائی رات دن
عزتوں کی آپ ہی کے ہاتھ میں دستار ہے
کون ہے جو اس طرح بنتا ہو سب کا آسرا
مجھ کو بھی بس آپ ہی کا آستاں درکار ہے

بیگانی چیز تو پھر بیگانی ہی ہوتی ہے--- نہ جانے قدرت نے ہمارا مقدر کیسا بنایا ہے--- ہمارے جسم کا خون، جو کسی کی ماں بننے کی خوشی میں دودھ بن جاتا ہے--- دو سال مسلسل اسے پلایا جاتا ہے--- جس کی پیشانی، ماتھا، گلاب ہونٹ، رخسار چوم چوم جیتی رہی، جس کی ننھی ادائیں کئی کئی بار دل لوٹ لیتی رہیں، جسے سینے کے ساتھ چمٹا چمٹا مستقبل کے انہوں نے خوب صورت خواب دیکھتی رہی، جس کے وہ اشارے بھی سمجھتی رہی جو وہ ابھی کر ہی نہیں سکتا تھا، اس کی وہ باتیں جو وہ ابھی کر ہی نہیں سکتا تھا، سمجھتی رہی اور پوری کرتی رہی---

ایک دن ایسا طلوع ہوتا ہے کہ ان ساری محبتوں، چاہتوں، الفتوں، قربانیوں کو چند ٹکوں پر قربان کر دیا جاتا ہے--- جگر کا خون دے دے کر پالے بچے کو، اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کو، گھر بھر کی رونق کو، شیما کی لوریوں کے مرکز کو، میرے اندھے گھر کے چراغ کو، دودھ کی بہار کو، دل کے چین کو، قرار کو، ننھے حضور کو، انتہائی پژمردگی کے ساتھ، ٹوٹے دل کے ساتھ، شہر مکہ چھوڑنے جا

رہے تھے--- بات کچھ بھی نہ تھی، پھر بھی حارث مجھ سے الجھا ہوا، میں اس میں بگڑی ہوئی--- ایک اداسی تھی، اداسی، جو ہم سب پر طاری تھی اور ہم شہر مکہ کی طرف جا رہے تھے--- آہستہ آہستہ، بالکل ایسے جیسے پہلے دن ہم محمد (ﷺ) کو جھولی میں لینے جا رہے تھے---

اس قافلے میں صرف ایک محمد (ﷺ) تھے، جو بہت خوش تھے--- اماں حضور کے حضور حاضر ہونے کی خوشی میں، انتہائی شفیق دادا جان کے حضور حاضری دینے کی خوشی میں---

ہمارے قافلے کی اطلاع مکے پہنچ چکی تھی--- ننھے حضور، میرے محمد (اللہ ان کو سلامت رکھے) کے دادا جان حضرت عبد المطلب اپنے لاڈلے، ہونہار، انوکھے نرالے پوتے کو لینے کے لیے شہر مکہ سے ایک منزل باہر تشریف لا چکے تھے--- جوں ہی ہمارے قافلے میں شریک سواریوں کے قدموں سے اٹھنے والی دھول اور گرد و غبار فضا میں بکھرتا نظر آیا تو استقبال کرنے والوں کے جذبات امڈ آئے--- ہمارا بڑا خوب صورت استقبال کیا گیا--- اپنے اپنے بچے والدین نے لے لیے، اٹھائے، منہ سر چوما، پیار کیا اور اٹھا کر لے گئے---

آپ نے کبھی دیکھا ہوگا، ماں باپ جب بیٹیوں کی شادی کرتے ہیں تو بیٹیوں کی رخصتی کا عالم عجیب ہوتا ہے--- ماں باپ خوش بھی ہوتے ہیں، رو بھی رہے ہوتے ہیں--- فرض سے سرخ رو ہونے پر خوش اور جگر کے ٹکڑے کے جدا ہونے پر غم زدہ--- ہماری غم زدگی کا عالم تو اس سے ہزاروں درجہ زیادہ تھا--- کون جانے کہ محمد (ﷺ) سا بیٹا جدا ہونے پر ہمارا کیا حال ہوا ہوگا---

چند دن تو اسی طرح خوشی و مسرت کی بہاروں میں گزر گئے--- ایک دن میں نے موقع تلاش کر کے بہانہ بنا کر بات بنائی، میں نے آمنہ بی سے عرض کیا:

''بہن! سچ پوچھو تو میرا جی نہیں کرتا کہ ننھے حضور (ﷺ) کو چھوڑ کر جاؤں، مکے کی آب و ہوا کچھ بہتر نہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ننھے حضور (ﷺ) بیمار ہو جائیں، اگر اجازت ہو تو ان کو ساتھ واپس لے جاؤں''---

بڑے لوگوں کو دل بھی بڑے ہوتے ہیں، شاید وہ میرے جذبات پڑھ گئی تھیں--- ورنہ ایسا بیٹا کون دوبارہ کسی کو دیتا ہے؟--- ارشاد ہوا:

''حلیمہ! میں بھی سوچ رہی تھی کہ مکے کی فضا درست نہیں، تم ابھی کچھ عرصہ کے لیے محمد (ﷺ) کو ساتھ واپس لے جاؤ''---

میرے دل کی چوری پر پردہ ڈالنے کے لیے انہوں نے ایسا کہہ دیا، ورنہ اتنے پیارے اللہ

کے گھر کی فضا کو کیا ہو گیا تھا--- میں نے بھی موقع غنیمت جانا--- مجھے جیسے چین سا آ گیا، جیسے میرے زخم پر آپ نے مرہم رکھ دیا--- فرط جذبات میں آپ کو اٹھا، سینے سے چمٹا لیا اور خوب بھینچ لیا--- بہن آمنہ دیکھ رہی تھیں، مسکرا کے رہ گئیں--- واپسی کی تیاری شروع ہو گئی--- میری دوسری ہم قبیلہ عورتوں نے پھر نئے بچے اپنی گود لے لیے---

اے میری ہمدمو! کہو، سچ سچ کہو، میری گود خالی تھی--- میری گود ہی نہیں، میرا دل، میری آنکھیں، میرا جی، میرا گھر، میرا صحن، میرے خاوند حارث کا دل، میری شیما کی آنکھیں، اداس بانہیں، جن سے آپ ﷺ کو بہلایا کرتی تھی، میرے بیٹے کی زندگی کے تمام لمحے، سب کچھ ہی تو بھر گیا تھا--- حارث کی اونٹنی، میری سبز گدھی، شاید پھر بیمار ہو جاتے، لاغر ہو جاتے، کمزور ہو جاتے، ان کا دودھ خشک ہو جاتا، ان کو تیزی سے بھاگنا دوڑنا، سب سے آگے نکل جانا، سب بھول جاتا--- ہم پھر سب سے پیچھے رہ جاتے، ہم مفلس اور قلاش ہو جاتے، ہمارے پلے کچھ نہ رہتا، خدا کا شکر ہماری پھر سے قسمت جاگ گئی---

ہمارے گھر کی رونقیں لوٹ آئیں، میرے گھر کے سارے کمرے پھر سے روشن ہو گئے--- میری بکریاں پھر سے شادکام ہو گئیں، ان کے دودھ دان، تھن، پھر سے بھر گئے--- بکریوں کے لیے کھیت پھر سے لہلہانے لگے--- مبارک بادیاں بھی مل رہی تھیں اور کچھ ناصح بن کر مجھے سمجھا بھی رہی تھیں--- حلیمہ! ہوش میں آؤ، کب تک اس بچے کو اپنے پاس رکھ سکو گی، کب تک اس کی بلائیں لیتی رہو گی--- اس پرائے مال سے کب تک دل کو بہلاتی رہو گی، لیکن مجھ پر کسی ناصح کی نصیحت کا کوئی اثر ہی نہ ہوتا تھا---

میرے گھر کی زندگی پھر معمول پر آ گئی، رونقیں بحال ہو گئیں--- چاند میرے گھر میں اترنے لگے، قہقہے اچھلنے لگے، دودھ کی گاگریں بھرنے لگیں--- شیما، اس کی بہن، اس کا بھائی عبداللہ اور خود محمد (ﷺ) کی عقل و فراست بھری باتیں معمول پر آ گئیں اور ہم نہال ہو گئے---

مسرتوں کے دن، بہاروں کے موسم، کتنے بھی طویل ہوں، ایک پل میں گزر جاتے ہیں--- دو سال ایسے گزر گئے جیسے جھونکا ہوا کا ادھر سے ادھر چلا گیا ہو--- کل کی خبر کسے ہے، میری سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ اس بچے کے لیے ہم کیوں دل دے بیٹھے ہیں--- اس کو ستارے کیوں جھک جھک کر سلام کرتے ہیں--- بکریاں اسے کیوں سجدے کرتی ہیں--- چاند کیوں اس کی انگلیوں کے اشاروں پر ناچتا ہے--- بغیر دیا جلائے ہمارا گھر کیوں روشن رہتا

ہے--- یہ بہاروں پر بہاریں کیوں نثار ہوتی ہیں؟---

ایک دن ایسا ہوا، خوف ناک اور افسوس ناک حادثہ--- چراگاہ سے بچے بھاگم بھاگ آئے، سانس پھولا ہوا، جلدی اور خوف میں ان کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی--- اماں اماں! ہمارے قریشی بھائی کو...... قریشی بھائی کو...... ہاں ہاں دو آدمی...... پکڑ کر لے گئے...... ان کو لٹا لیا، ان کے پیٹ...... --- میرا کلیجہ دھک سے رہ گیا--- میرے مالک، میرے اللہ! یہ کیا ہو گیا...... --- ان کے پیٹ کو چاک کر دیا--- مجھے کچھ سوجھتا نہ تھا، بے ساختہ جنگل کی طرف بھاگ نکلی--- دو آدمی، قریشی بھائی، پکڑنا، لٹانا، پیٹ چاک کرنا...... --- یاالٰہی! خیر، دشمنوں کے منہ میں خاک---

مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی--- الٰہی! یہ صدمہ کسی کو نصیب نہ ہو--- میں بھاگی جا رہی تھی اور بچے بھی--- لیکن جب بکریوں کے ریوڑ کے پاس پہنچی، تو میرا بچہ، صحیح سلامت کھڑے تھے--- لیکن کچھ سہمے سہمے--- جب قریب ہوئی، میں نے بانہیں پھیلا دیں اور وہ میرے ساتھ آ کر میرے سینے کے ساتھ چمٹ گئے--- جیسے ٹھنڈ پڑ گئی--- منہ سر چوما--- پوچھا، بیٹے کیا ہوا؟--- کہنے لگے:

"دو سفید پوش آئے تھے، انہوں نے مجھے لٹایا، میرا سینہ چاک کیا، اندر سے دل نکالا، نہ جانے کیا کیا، پھر سینے میں دل رکھ کر سینہ ٹھیک کر دیا"---

میں گھبرا گئی، کہیں ہوائی چیزوں کا اثر نہ ہو-- بس فوراً دل میں فیصلہ کر لیا، اب دیر نہیں کرنی چاہیے، بیگانہ مال ہے، واپس کر دینا چاہیے، کہیں کوئی ایسا ویسا واقعہ نہ ہو جائے---

پوری بستی میں دھوم مچ گئی کہ قریشی بچے کے ساتھ یہ واقعہ ہوا ہے--- دو سفید پوش آئے، انہوں نے لٹایا، سینہ چیرا، دل نکالا، دھویا، کچھ نکال کر باہر پھینکا، پھر دل سینے میں رکھ دیا، سینہ ٹھیک کر دیا اور سینے پر کوئی زخم کا نشان بھی نہیں--- پھر لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ عجیب بچہ ہے، اس کا ہر رنگ ہی انوکھا نرالا ہے--- بت خانے جاتا نہیں، جاتا ہے تو بت قدموں پر گر جاتے ہیں--- جھوٹ بولتا نہیں، بولنے بھی نہیں دیتا--- اس کے گھر والوں کا بھی رنگ بدل گیا ہے، غربت تھی شان بے نیازی نے اپنا رنگ جما دیا ہے--- جس صحرا میں جاتا ہے خشک اور بنجر زمین سبزہ زار بن جاتی ہے--- اس کے کھیل بھی انوکھے، اس کی باتیں نرالی، اب یہ واقعہ کوئی معمولی بات نہیں، لگتا ہے کوئی مستقبل کا روشن ستارا بن کر ابھرے گا---

حارث اور شیما اور میں اور عبداللہ، ہم سب گھبرا گئے تھے--- دل ٹوٹ پھوٹ گئے تھے، ہم سب بجھ کر رہ گئے--- اے خدا! یہ کیا ماجرا ہے؟--- قافلہ پھر مکے کی طرف روانہ ہونے کی تیاریاں کرنے لگا--- فوراً سامان تیار کیا اور چل پڑے--- ہمارے اس قافلہ کی مکے خبر نہ ہو سکی ورنہ یقیناً کوئی تو استقبال کو آتا--- ہم مکے پہنچے تو گھر والے حیران ہو گئے اور پریشان بھی--- سیدہ آمنہ نے مجھ سے بار بار پوچھا، حلیمہ! سچ سچ بتاؤ، اتنے چاؤں کے ساتھ تم ساتھ لے کر گئی تھیں، خود بخود بغیر اطلاع واپس کیوں آ گئی ہو؟--- پہلے تو ڈرتے ڈرتے بات ٹالتی رہی، آخر ان کے اصرار پر سارا واقعہ سنا دیا---

سیدہ آمنہ کو شاید خبر تھی--- مجھے تو ان کے اعتماد پر حیرت ہوئی، اس پر کسی پریشانی کا اظہار نہیں کیا بلکہ مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمانے لگیں:

''حلیمہ! فکر نہ کر، میرے لال کو کچھ نہیں ہوگا، ان پر کوئی چیز اثر نہیں کر سکتی''---

حلیمہ!

غم مخور یاوہ نہ گردد او زِ تو
بلکہ عالم یاوہ گردد اندرو

''غم زدہ نہ ہو، یہ بچہ کبھی ضائع نہیں ہوگا، کبھی گم نہ ہوگا، بلکہ ساری کائنات، سارا جہان، ساری دنیا خود اس کے اندر آ کر گم ہو کر رہ جائے گی''---

میں نے امانت ان کے اہل کے ہاں سپرد کر دی تو جیسے قرار آ گیا، سکون مل گیا، جیسے کسی نے میرے دل پر مرہم رکھ دیا--- میرے مالک! تیرا شکریہ، اس امانت میں مجھ سے کوئی خیانت نہ ہوئی--- شاید اب کے بچھڑتے ہوئے بھی میرا وہی حال ہوتا جو پہلی دفعہ ہوا تھا لیکن اب کے ایسا نہ ہوا بلکہ امانت اہل کے سپرد کر دینے پر سکون مل گیا--- ویسے مجھے ایک نشہ سا تھا کہ میں ایک عظیم شخص کی ماں ہوں، میں نے محمد (ﷺ) کو پالا ہے--- یہ نشہ بھی کچھ دیر بعد اتر گیا، ہر وقت ایک آواز آنے لگی، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، ایک آواز، بس ایک ہی آواز:

دنیا کہتی ہے کہ حلیمہ تو نے نبی ﷺ کو پالا ہے
ہم کہتے ہیں تجھ کو حلیمہ ہمارے نبی ﷺ نے پالا ہے



آمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا

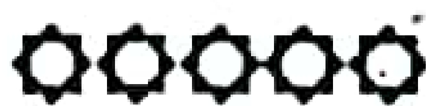
مبارک ہو جنابِ مصطفیٰ کی آمد آمد ہے — زمیں پر سربراہ انبیا کی آمد آمد ہے
خدائی شاد ہو گی، مژدۂ اتمام نعمت سے — سریرِ آرائے اقلیم ہدیٰ کی آمد آمد ہے
سنانے کے لیے آیاتِ قرآں اہل عالم کو — رسول ہاشمی سے خوش نوا کی آمد آمد ہے
خدائے پاک نے فریاد سن لی غم نصیبوں کی — جہاں میں حضرت خیرالوریٰ کی آمد آمد ہے
وہ جن پر شاق گزریں گی تکالیف اہل ایماں کی — انہی میں سے انہی کے پیش وا کی آمد آمد ہے

دیارِ دل کو خوش بوئے عقیدت سے بسا لیجے
وفا کی مشعلوں سے جادۂ جاں جگمگا لیجے

دکھی انسانیت کے چارہ گر تشریف لاتے ہیں — ہے جن کی ذات رحمت سر بسر تشریف لاتے ہیں
کریں گے جو مسخر دہر کو اخلاق عالی سے — وہ دل کی سلطنت کے تاجور تشریف لاتے ہیں
خبر دیتے چلے آئے ہیں جن کی انبیاء سارے — ابد تک کے وہی پیغام بر تشریف لاتے ہیں
جو محبوبِ خدا ہیں، باعثِ تخلیقِ عالم بھی — زہے قسمت بنو ہاشم کے گھر تشریف لاتے ہیں
خدائی جن کے در سے بھیک پائے گی تمدن کی — زمانہ جن کا ہے دریوزہ گر تشریف لاتے ہیں

وہ آتے ہیں نہیں جن کا کوئی ثانی، کوئی ہم سر
وہ آتے ہیں جو ہیں دونو جہاں کے سیّد و سرور

پروفیسر حفیظ تائب



یا صاحبَ الجمال

علامہ ارشد القادری

جب ابو معبد کی بیوی نے دودھ سے بھرا پیالہ اس کے سامنے لاکر رکھا تو وہ حیران رہ گیا کہ یہ کہاں سے آیا؟--- بکری تو خشک تھی اور گھر میں دودھ بھی نہ تھا---

ام معبد نے کہا، اللہ کی قسم! ہمارے ہاں آج ایک مبارک انسان کا گزر ہوا، جس کے ہاتھ لگانے سے اے ابو معبد ہماری بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے--- اللہ کی قسم! تم پی کر دیکھو، کتنا لذیذ اور کتنا شیریں دودھ ہے--- بنی کنانہ کی بکریوں سے بھی زیادہ شیریں!!

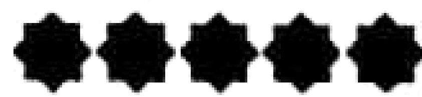
ابو معبد نے دودھ پیا اور حیران رہ گیا، دودھ واقعی ایسا تھا جیسا کہ اس کی بیوی نے بتایا تھا--- دودھ پی کر اس نے بڑی محبت سے اپنی بکری پر ہاتھ پھیرا، پھر منہ صاف کرتے ہوئے بیوی سے پوچھا، بتا تو سہی وہ کون مبارک مسافر تھے، جو اس خشک بکری کو تروتازہ کر گئے؟--- بیوی نے جو تفصیل بیان کی اسے سن کر ابو معبد بول اٹھا:

قسم خدا کی یہ وہی شخص ہے جسے قریش کے لوگ تلاش کرتے پھر رہے ہیں--- اے ام معبد! میں بے قرار ہوں، تم اپنے زور بیان سے ہر بات کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیتی ہو--- ذرا وضاحت سے ان کا حلیہ اور ان کا چال ڈھال تو بیان کرو--- میں بھی تو جانوں وہ کیسے تھے؟--- شوہر کی

تعریف پر ام معبد خوش ہوگئی---اس کا ذوق بیان ابھر آیا اور وہ اپنے قبیلہ کے روایتی انداز میں، جو فصاحت و بلاغت سے پُر تھا، بولنے لگی:

پاکیزہ رو---تاباں و کشادہ چہرہ---خوش وضع سر---زیبا قامت---صاحب جمال---آنکھیں سیاہ اور فراخ، بال سیاہ گھنے اور گھونگریالے---آواز جان دار اور کچھ ایسی کہ خاموش ہوں تو وقار چھا جائے اور کلام فرمائیں تو پھول جھڑیں---روشن مردمک---سرگیں چشم---باریک و پیوستہ ابرو---دور سے دیکھنے میں زیبندہ و دل پذیر---قریب سے دیکھو تو کمال حسین---شیریں کلام---واضح بیان---کلام، الفاظ کی کمی بیشی سے پاک---بولیں تو معلوم ہو کہ کلام کیا ہے؟---پروئی ہوئی کوڑیاں ہوں جو ترتیب آہنگ سے نیچے گرتی جا رہی ہیں---میانہ قد کہ دیکھنے والی آنکھ پستہ قدی کا عیب نہیں لگا سکتی---نہ طویل کہ طوالت نظروں میں کھٹکے---سراپا دو شاخوں کے درمیان تر و تازہ حسین شاخ کی طرح خوش منظر---جس کے رفیق پروانہ وار گرد و پیش رہتے ہیں---مخدوم و مطاع---نہ تنگ نظر نہ بے مغز---نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو---

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم



یارسول اللہ!

تیرے انداز یہ کہتے ہیں کہ خالق کو ترے
سب حسینوں میں پسند آئی ہے صورت تیری
اس نے حق دیکھ لیا، جس نے ادھر دیکھ لیا
کہہ رہی ہے یہ چمکتی ہوئی طلعت تیری
دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ!
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمۃ

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ریاض حسین چودھری

۱۲/ربیع الاول، تاریخ کائنات کا سب سے عظیم دن ہے--- یہ دن خالق کائنات کے سب سے عظیم بندے اور محبوب رسول ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کا دن ہے--- شب میلاد کتاب ارتقاء کا دیباچہ ہے--- صناع ازل نے آقائے محتشم ﷺ کے سر اقدس پر تاج لولاک سجایا--- پرچم شفاعت عطا کیا--- حضور ﷺ کو قبائے رحمت سے نوازا اور نبی معظم ﷺ کو خاتمیت کے خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا---

محبوب! اس آئینہ خانے کے ہر عکس کو وجود تیرے ہی وجود مسعود کے تصدق میں ملا ہے--- تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو نہ یہ چاند ہوتا، نہ یہ ستارے--- نہ زمین ہوتی، نہ آسمان--- دامن ارض وسماوات میں جو کچھ ہے، محبوب وہ تیرے قدموں کی خیرات ہے---

حضور! آپ آئے تو گلشن ہستی میں بہار آگئی--- بنجر زمینوں کی تشنگی کا مداوا ہوا اور شاخ آرزو پر کلیاں مسکرانے لگیں---

حضور ﷺ آئے تو کرۂ ارض پر عدل کا نفاذ ہوا--- حقوق انسانی بحال ہوئے--- آداب زندگی ترتیب دیے گئے--- انسان کی خود ساختہ خدائی کا خاتمہ ہوا--- ظلمت شب نے رخت سفر باندھا اور دختر حوا کے پیروں کی زنجیریں کٹیں---

حضور ﷺ آئے تو افقِ عالم پر امنِ دائمی کی بشارتیں تحریر ہوئیں--- وسائل قدرت پر شخصی اجارہ داریوں کے قفل ٹوٹے--- آمریت کی تدفین عمل میں آئی اور قدم قدم پر جمہوری شعور کی آب یاری کا اہتمام ہونے لگا---

حضور ﷺ آئے تو استحصال کی ہر شکل پر ضرب کاری پڑی--- ریاستی دہشت گردی کو رزق زمین بنا دیا گیا--- خوف خدا سے جبینیں منور ہوئیں--- ذہنوں میں تعمیر ہونے والے عقوبت خانے مسمار ہوئے--- فتنہ وشر کے مراکز ہمیشہ کے لیے بند کر دیے گئے--- فرعونیت اور غروریت کو اپنے ہی ملبے تلے دفن ہونا پڑا--- ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے

برابر ٹھہرایا گیا---

حضور ﷺ آئے تو معبودان باطلہ کی پرستش کا دور اختتام پذیر ہوا---تو ہم پرستی کو ذہن انسانی سے کھرچ ڈالا گیا---فکر و نظر کو خدائے وحدہ لاشریک کی بندگی کے شعور سے ہم کنار کیا گیا اور ہر طرف پرچم توحید لہرانے لگے---

حضور ﷺ آئے تو شرافت کا بول بالا ہوا---غرور و تکبر کی مشعل ہمیشہ کے لیے بجھا دی گئی---قانون کی حکمرانی کو یقینی بنایا گیا اور جبر مسلسل کی آہنی دیوار کو نیست و نابود کر دیا گیا---

حضور ﷺ آئے تو انفرادی اور اجتماعی سطح پر خود احتسابی کا عمل معمولات روز و شب کا عنوان بنا---نسلی تفاخر کا طلسم ٹوٹا---رنگ و نسل کے بت پاش پاش ہوئے---اللہ کا دین تمام ادیان باطلہ پر غالب آ کر رہا اور اخلاقی قدروں پر مشتمل نیو ورلڈ آرڈر مرتب ہوا---

حضور ﷺ آئے تو ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے---آتش کدۂ فارس بجھ گیا---پیغمبر انقلاب ﷺ کی تشریف آوری ہر شعبۂ زندگی میں انقلاب آفرین تبدیلیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی---

اک نئے دور کا آغاز تھا آنا اس کا
اب زمانے کی حدوں تک ہے زمانہ اس کا

حقیقت معجزہ اور معجزات سید المرسلین ﷺ

پروفیسر خلیل احمد نوری

حرفِ اوّل

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت اور احکام کی بجا آوری کے لیے پیدا فرمایا ہے اور طریقہ عبادت سمجھانے اور احکام کی صحیح سمجھ عطا کرنے کے لیے نبیوں اور رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ ان انبیاء کو کھلی نشانیاں عطا کیں تاکہ ان کے ذریعے ان کی نبوت کی پہچان ہو سکے اور ان کے نبی اور رسول ہونے میں کسی کو شک وشبہ نہ ہو، یہ نشانیاں معجزات کہلاتی ہیں۔ احکام الٰہیہ کا علم انبیا کے واسطے سے حاصل ہوتا ہے اور انبیاء کی تصدیق، معجزات سے ہوتی ہے، اس لیے معجزات کا علم حاصل کرنا اور ان کو لوگوں تک پہنچانا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ دین کے احکام اور اس کے مسائل سے واقف ہونا اور ان کو بیان کرنا۔ مگر عام طور پر اس موضوع کو قصہ گوئی سمجھ کر نظر انداز کیا جاتا ہے اور اس کے بیان کو علمی اور دینی خدمت تصور نہیں کیا جاتا۔

معجزات کے بیان سے غفلت کی ایک وجہ تو نئی نسل کا غلط ذہنی رجحان ہے، جدید تعلیم یافتہ نسل کا حال یہ ہے کہ جو بات کسی سائنسی اصول سے ثابت نہ ہو، سوچے سمجھے بغیر وہ اسے رد کرتی چلی جاتی ہے۔ اگرچہ آج کی سائنس انبیاء کرام کے معجزات اور اولیاء کی کرامات کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہو رہی ہے، مگر قدامت پسندی کا لیبل لگنے کے ڈر سے اور روشن خیال کہلانے کے شوق میں معمول سے ہٹ کر رو نما ہونے والے واقعات کو تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کی جاتی ہے۔ حالاں کہ ایمان قبول کر لینے کے بعد اس چیز کو اہمیت نہیں دینی چاہیے کہ کوئی دینی حکم یا واقعہ کسی سائنسی اصول یا عقلی دلیل سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں۔ اہمیت اس بات کی ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کا حکم اس سلسلے میں کیا ہے؟ اہل ایمان کو سائنسی اصولوں یا کسی اور کمزور سہارے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔

معجزات کے بیان سے غفلت کی دوسری اہم وجہ بعض اہل علم کا وہ غلط تحقیقی رویّہ ہے، جس کی بنا پر انہوں نے صرف بخاری و مسلم یا صحاح ستہ کو ہی معیار قرار دے رکھا ہے، حالانکہ اہل تحقیق کے

نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ ان کتب میں کسی حدیث کا نہ ملنا اس کی کمزوری کی دلیل نہیں بن سکتا۔ یہی وجہ تھی جس کی بنا پر دیگر محدثین نے بخاری و مسلم کی قائم کردہ شرائط اور اصولوں پر ایسی احادیث جمع کیں جو بخاری اور مسلم میں موجود نہیں ہیں۔ احادیث کے یہ مجموعے اہل علم میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور ان میں موجود احادیث سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ کسی مصنف کو ہم معتبر مانتے ہیں، اس کی علمی کاوشوں کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں اور اس کی کہی ہوئی بات ہمارے نزدیک سند کا درجہ رکھتی ہے، لیکن جب یہی مصنف نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی کی تعریف و توصیف اور آپ کے فضائل و معجزات کے موضوع پر قلم اٹھاتا ہے تو اسے ناقابل اعتبار کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے۔ امام ابونعیم، امام بیہقی، قاضی عیاض مالکی، حافظ ابن کثیر، امام جلال الدین سیوطی، امام قسطلانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہم الرحمۃ کی دیگر تصانیف قابل اعتبار ہیں تو فضائل و معجزات اور خصائص مصطفیٰ (ﷺ) کے موضوع پر ان کی تالیفات اور تحریریں کیوں لائق حجت نہیں ہیں؟

درحقیقت ماضی قریب کے بعض اہل قلم نے اس وقت سیرت نگاری کی جب مغربی مفکرین اسلام اور اسلامی نظریات کو نیچا دکھانے کے لیے پوری تیاری کے ساتھ میدان میں اتر چکے تھے اور مسلم مفکرین بوجوہ مرعوبیت کی کیفیت میں مبتلا تھے۔ ذہنی مرعوبیت کی حالت میں ان سیرت نگاروں نے اہل مغرب کے اعتراضات سے بچنے کا آسان حل یہ نکالا کہ فضائل و معجزات کی کتابوں کو روایت و درایت کے اعتبار سے ناقص اور کم مرتبہ کہہ کر جان چھڑالی۔ اپنے طور پر یہ سیرت نگار مطمئن ہوگئے کہ ہم نے اہل مغرب کے اعتراضات کا جواب دے دیا ہے۔ اہل مغرب تو کیا مطمئن ہوتے، البتہ فضائل و معجزات کے کچھ حصے کو ناقابل اعتبار قرار دینے کا نقصان یہ ہوا کہ ایک طرف علمی بددیانتی کو قدم جمانے کا موقع مل گیا اور بعض اہل قلم نے اپنے مخصوص نظریات کو آگے بڑھانے کے لیے ان ''روشن خیال'' محققین کی نام نہاد تحقیق کا سہارا لیا تو دوسری طرف کئی مخلص مگر کم اہل علم سیرت نگاروں نے اسی تحقیق کو حرف آخر سمجھ کر اپنی کتابوں میں نقل کرنا شروع کر دیا، اس طرح یہ علمی غلطی پختہ ہو کر حقیقت بن گئی اور فضائل و معجزات نبی اکرم ﷺ کو واعظین کا موضوع قرار دے کر ترک کر دیا گیا۔

دوسرا نقصان یہ ہوا کہ فضائل و معجزات کا بیان امت مسلمہ کی اپنے رسول ﷺ سے وابستگی اور محبت کی آبیاری کا ذریعہ تھا، مذکورہ صورت حال کے باعث اس پہلو سے امتیوں تک عظمت رسول ﷺ کا کوئی پیغام نہ پہنچ سکا اور ان کے دلوں سے عظمت رسول کا تصور ماند پڑتا گیا اور محبت رسول کا پودا بھی مرجھانے لگا۔ اب ان نقصانات کا ازالہ کرنا بظاہر ممکن دکھائی نہیں دیتا۔

زیر نظر مضمون میں ہم اولاً حقیقت معجزہ اور پھر معجزات سید المرسلین کے حوالے سے چند

ضروری امور پر گفتگو کریں گے۔

حقیقت معجزہ

عقیدت مندی سے بالاتر ہو کر حقیقت پسندی کے آئینے میں دیکھا جائے تو یہ بات مسلّم ہے کہ دنیا میں کوئی شخصیت ایسی نہیں جس کی سوانح حضور سرور عالم ﷺ کی سیرت طیبہ کی طرح بے شمار جہتوں اور حیثیتوں کی حامل ہو۔ حضور رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین ﷺ کی ذات والاصفات کی سیرت کا کمال یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو جس پہلو سے دیکھا جائے اسی میں حسن وکمال کا شاہکار دکھائی دیں گے۔ سیرت کے ان لازوال اور شاندار ابواب میں ایک اہم باب آپ ﷺ کے معجزات کا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی عظمت کا جب بھی بیان ہوگا، معجزات کے بیان کے بغیر تشنہ اور نامکمل رہے گا۔

یوں تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان معجزات سے نوازا مگر معجزات کی تعداد اور اقسام معجزات کی کثرت کے اعتبار سے سید عالم ﷺ کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ احادیث کے مجموعوں، سیرت طیبہ کی کتابوں اور فضائل کی کتابوں میں ان معجزات کی تفصیل ملتی ہے۔ اس مختصر تحریر میں رسول اللہ ﷺ کے معجزات پر ایک نظر ڈالی جارہی ہے، مگر اس سے پہلے ضروری ہے کہ معجزے کی حقیقت اور اس کی ضرورت واہمیت کو سمجھ لیا جائے۔

معجزہ کیا ہے؟

معجزہ کا لفظی مطلب عاجز کر دینے والی چیز ہے۔ معجزہ اس خارق عادت یعنی خلاف معمول واقعہ کا نام ہے جو مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس کی نبوت کی دلیل کے طور پر ظاہر ہو اور کل عالم اس کا مقابلہ کرنے اور اس جیسی چیز لانے سے عاجز اور بے بس نظر آئے، تاکہ نبی کے مخالفین اور منکرین پر یہ بات ثابت ہو جائے کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی تائید اور حمایت حاصل ہے۔ اس کی اتباع و پیروی نجات کا باعث ہے اور اس کی مخالفت میں تباہی اور بربادی ہے۔

قرآن مجید میں معجزے کی جگہ "آیۃ" "بینۃ" اور "برھان" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

معجزے سے مشابہ دیگر امور کی حقیقت

کچھ امور ایسے ہیں جو بظاہر معجزے سے مشابہ معلوم ہوتے ہیں، ان میں بعض کو تائید خداوندی حاصل ہوتی ہے اور بعض باری تعالیٰ کی حمایت سے محروم ہوتے ہیں۔ جن امور کو اللہ تعالیٰ کی تائید وحمایت حاصل ہوتی ہے ان میں ایک کرامت ہے۔

کرامت ایسے غیر معمولی امر کا نام ہے جو غیر نبی کے ہاتھوں نبی پر ایمان لانے کی برکت اور اس کی اتباع کے اجر وثواب کی وجہ سے ظاہر ہو۔ چوں کہ ولی کی کرامت نبی کے فیض واثر سے ظاہر ہوتی ہے اس لیے حقیقت میں کرامت کو بھی نبی کا معجزہ کہا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک اور خلاف معمول امر ''ارہاص'' ہے۔ نبی کے ہاتھوں اعلان نبوت سے پہلے ظاہر ہونے والے خلاف معمول واقعہ کو ''ارہاص'' کہتے ہیں۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں کلام فرمایا یا جیسا کہ اعلان نبوت سے پہلے حضور ﷺ کو دھوپ کی گرمی سے بچانے کے لیے بادل سایہ کرتے اور درخت اور پتھر سجدہ کرتے تھے۔ ''ارہاصات'' کو اعلان نبوت کی تاسیس کا درجہ حاصل ہوتا ہے یعنی دعویٔ نبوت کی طرف ابتدائی پیش قدمی۔

معجزے سے ملتے جلتے جن خلاف معمول کاموں کو نصرت الٰہی اور تائید خداوندی میسر نہیں ہوتی، ان میں سے ایک جادو، دوسرا کہانت اور تیسرا امر استدراج ہے۔

کہانت یہ ہے کہ کسی کو شیطانوں اور کافر جنوں کی مدد سے بعض پوشیدہ خبروں تک رسائی حاصل ہو جائے۔

اور کسی بدکار، گم راہ، فاسق یا کافر و مشرک سے کوئی حیرت انگیز کام ظاہر ہو تو اسے استدراج کہتے ہیں۔ اگرچہ ظاہری نظر میں یہ امور بھی معجزے اور کرامت سے مشابہ معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں اور معجزے اور کرامت میں کئی اعتبار سے فرق ہے جو کہ درج ذیل ہے:

۱) جس طرح معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کی تائید سے ہے، اسی طرح کہانت اور جادو وغیرہ شیطان کی اتباع، غیر اللہ کی عبادت اور فسق و فجور کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

۲) انبیاء و اولیا کی فرشتے مدد کرتے ہیں، جب کہ جادوگروں اور کاہنوں کے شیطان مددگار ہوتے ہیں۔

۳) انبیاء کرام علیہم السلام لوگوں میں عدل قائم کرتے ہیں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذریعہ اور معاشرے کے لیے باعث راحت ہوتے ہیں لیکن جادوگر اور کاہن اپنے مذموم مقاصد کے لیے لوگوں میں ظلم و زیادتی کو فروغ دیتے ہیں۔

۴) جادو اور کہانت کا مقابلہ ان جیسے دیگر جادوگر اور کاہن کر سکتے ہیں، لیکن معجزے کے سامنے تمام کائنات بے بس نظر آتی ہے۔

۵) جادوگر اور کاہن ایک دوسرے کے مخالف ہوں گے لیکن انبیاء کرام ایک دوسرے کے مقابل اور مخالف نہیں ہوتے۔

۶) جادو اور کہانت تعلیم اور دیگر ذرائع سے حاصل ہوتے ہیں، لیکن معجزے اور کرامت کو کسی مدرسے، استاد، کتاب اور مادی وسائل سے کوشش کے ذریعے حاصل نہیں کیا جا سکتا، بلکہ معجزہ صرف تائید ایزدی سے حاصل ہوتا ہے۔ معجزہ کوئی فن نہیں جو سیکھا جا سکے، کوئی علم نہیں جو پڑھا اور پڑھایا جائے، یہ کوئی سائنس نہیں جسے اصول و قوانین کی مدد سے کچھ حقائق کو

ترتیب دے کر اپنی مرضی کے نتائج حاصل کیے جاسکتے ہوں۔

معجزات کی ضرورت واہمیت

حق بات کو قبول کرنے یا اس کا انکار کرنے کے اعتبار سے انسانوں کی دو قسمیں ہیں:

ایک طبقہ وہ ہے جو دلیل کی بات سمجھتا ہے، عقل و بصیرت کو استعمال کرتا ہے اور جو بات دلیل کی روشنی میں پیش کی جائے، اسے قبول کرنے میں کسی قسم کی پس و پیش نہیں کرتا۔ ایسے لوگ جب کسی شخص کو تجربے سے آزما کر دیکھ لیں اور اسے سچا، دیانت دار اور ہر معاملے میں کھرا پالیں تو اس کی بات کو کسی تردد اور شک و شبہے کے بغیر ماننے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

دوسرا گروہ ایسے لوگوں کا ہے جو دلیل کی زبان نہیں سمجھتا، ایسے افراد جب تک عقل سے عاجز کر دینے والی انہونی باتوں کو عملی شکل میں ڈھلتا ہوا نہ دیکھ لیں، تب تک ان کے دل و دماغ کو اپیل نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک مافوق الفطرت امر کے سامنے خود کو بے بس نہ پائیں، حق بات کو تسلیم کرنے لیے تیار نہیں ہوں گے۔

انبیاء کرام کو ان دونوں طبقوں سے واسطہ پڑتا رہا، اس لیے انہیں پہلی قسم کے لوگوں کے لیے معجزہ دکھانے کی ضرورت پیش نہیں تھی، لیکن دوسری قسم کے افراد کی خاطر ایسے امور کا اظہار ضروری تھا جو معمول سے بالکل ہٹ کر اور عام انسانی قوت و ہمت سے باہر ہوں اور لوگ اپنی بہترین عقل و بصیرت اور تمام مادی وسائل کے باوجود اس کی مثل پیش کرنے سے بے بس اور عاجز ہوں۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو معجزات سے نوازا، تاکہ حق بات کو تسلیم کرنے کے لیے حجت قائم ہو جائے۔

اس سے واضح ہوا کہ بعض انسانوں کو معجزے کی قوت دیکھے بغیر نبی کی نبوت کا یقین ہو جاتا ہے۔ لیکن معاشرے میں ایسے افراد کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی، اکثریت نبوت کی دلیل مانگتی ہے اور اپنی مرضی کے مطابق معجزات طلب کرتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے اطمینان کے لیے اور ان پر حجت پوری کرنے کی غرض سے اپنے انبیاء کرام کو معجزات کی قوت فراہم کرتا ہے تاکہ انسانوں کے پاس گمراہی پر ڈٹے رہنے کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔ معجزہ دیکھ کر جن کے مزاج میں راست روی اور حق بات کو قبول کرنے کی ذرا بھی صلاحیت ہو، وہ ایمان لے آتے ہیں، لیکن جو لوگ حق کو سمجھ لینے کے باوجود ہٹ دھرمی کا رویہ اپنائے ہوئے ہوں، معجزے کی قوت ان کی ضد اور عناد میں اضافہ کر دیتی ہے۔ اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات فرعون کی ضد اور مخالفت کو مزید بڑھاتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ شق القمر، ابوجہل اور اس کے ساتھیوں ابولہب، عتبہ، شیبہ وغیرہ کی جہالت میں اضافے ہی کا سبب بنا۔

معجزے کے اظہار کا ایک فائدہ اہل ایمان کی ایمانی کیفیت میں اضافہ کرنا اور انہیں

استقامت کی دولت سے نوازتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایسے معجزات بھی دکھائے جن کا مقصد کفار کو دعوت ایمان دینا تھا، جیسے معجزۂ شق القمر وغیرہ، تاہم اکثر معجزات کفار کے مطالبے کے بغیر ایسے حالات میں ظاہر ہوئے جن سے مسلمانوں کے ایمان کو تازگی ملی اور اہل ایمان پر حضور سرور عالم ﷺ کی عظمت واضح ہونے سے ان کے دلوں میں ایمان کا نقش مزید گہرا ہوا۔ حضور ﷺ کے معجزات کے بیان میں بھی ان دونوں مقاصد کو پیش نظر رکھا جاتا ہے یعنی (۱) کفار کو دعوت ایمان (۲) اہل ایمان کے سامنے عظمت رسول (ﷺ) کا اظہار، جس سے ان کے ایمان کو جلا ملے، انھیں استقامت ایمانی نصیب ہو اور رسول اللہ ﷺ سے ان کی وابستگی مضبوط و مستحکم ہو جائے۔

نبوت کا جھوٹا دعوے دار معجزہ نہیں دکھا سکتا

معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی طرف نبی کی سچائی کا سرٹیفکیٹ اور اللہ تعالیٰ کی حتمی حجت اور برہان ہوتا ہے، اس لیے نبوت کا جھوٹا دعوے دار اس قسم کی برہان پیش کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ اگر کسی معجزے کا دعویٰ کرے تو وہ اُلٹا جھوٹ ثابت ہوتا ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ اقدس میں نبوت کے جھوٹے دعوے دار مسیلمہ کذاب سے جب لوگوں نے معجزہ مانگا تو اس نے ایک کنوئیں میں تھوک ڈالا تو اس کا پانی خشک ہو گیا، ایک اور کنوئیں میں تھوکا تو اس کا پانی کڑوا ہو گیا۔ ایک بار اس نے وضو کر کے اس پانی سے کھجور کے ایک درخت کو سیراب کیا تو وہ خشک ہو کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ مسیلمہ کذاب کچھ لڑکوں کے پاس سے گزرا اور ان کو برکت دینے کے لیے ان کے پاس آیا، ان کے سروں پر ہاتھ پھیرنے لگا تو ان میں سے بعض کے سروں کو چھیل دیا اور بعض اس کے ہاتھ کی نحوست سے ہکلا کر بولنے لگے اور ان کی زبانوں میں کمزوری پیدا ہو گئی۔ کسی آدمی کی آنکھوں میں تکلیف تھی، مسیلمہ نے اس کے لیے دعا کی اور اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ اندھا ہو گیا---[البدایہ والنہایہ، جلد ۶، صفحہ ۳۲۷]

معجزے کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں

جیسا کہ اوپر معجزے کی تعریف میں ہم نے دیکھا کہ معجزہ ایک خلاف معمول امر کا نام ہے اور یہ نبی کی صداقت کی سند ہے، اس لیے نبی کے زمانے کے تمام جن و انس اور اس کے بعد کے تمام لوگ نبی کے پیش کیے ہوئے معجزے کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر عام آدمی بھی نبی جیسا خلاف معمول کام کر دکھائے تو نبی کی امتیازی حیثیت برقرار نہیں رہ سکتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ تمام عالم کو نبی جیسے خلاف معمول کام پیش کرنے اور اس کا مقابلہ کرنے کی قوت نہیں دیتا۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا ہوا کہ وہ اپنا عصا مبارک زمین پر ڈالتے تو اژدہا بن جاتا اور اپنا ہاتھ مبارک گریبان میں ڈالتے تو چمکتا ہوا سورج بن کر نکلتا تھا۔ کسی دوسرے آدمی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ ان معجزوں کا مقابلہ

کرے کہ اپنی لاٹھی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اژدہا بنا کر دکھائے یا کسی کے ہاتھ میں اسی طرح کی چمک پیدا ہو جائے۔ حضرت صالح علیہ السلام کے لیے اونٹنی پہاڑ سے نکالی گئی، جو بالکل خلاف معمول کارروائی تھی۔ اس اونٹنی کا جسم دوسری اونٹنیوں سے بڑا تھا، ایک وقت میں اکیلی پانی کا تالاب پی جاتی اور پورا کھیت ایک ہی وقت میں اس کی خوراک بن جاتا۔ حضرت صالح علیہ السلام کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی سائنسی ترقی کے موجودہ زمانے میں یہ ممکن نہیں کہ کوئی اس طرح کی اونٹنی پیدا کر کے دکھائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدائشی اندھوں کو بینائی عطا کی، برص اور کوڑھ کے مریضوں پر اپنا ہاتھ مبارک پھیر کر انہیں شفا دی اور مردوں کو زندہ کر دکھایا۔ نہ اُس وقت اور نہ آج کوئی ایسا کر سکتا ہے کہ صرف اور صرف اپنے ہاتھ کے لمس سے کسی کو کوڑھ سے نجات دے یا برص کے مرض کو ختم کر دے یا کسی نابینا کی آنکھوں کا نور بحال کر دے اور مردے کو زندگی سے ہم کنار کرے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا مقابلہ کرنے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ فرعون نے ساحروں کو جمع کیا تا کہ وہ بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح کا کام کر دکھائیں اور اس کی رعایا پر واضح ہو جائے کہ لاٹھی کو سانپ بنانا صرف موسیٰ (علیہ السلام) کا خاصہ نہیں اور نہ یہ ان کی نبوت کی علامت ہے، بلکہ یہ جادوگری ہے۔ فرعون نے اس کام کے لیے بہت بڑی منصوبہ بندی کی اور اپنی مملکت کے چاروں اطراف سے ساحرین کو بلوایا لیکن اتنی بڑی منصوبہ بندی کے باوجود اسے زبردست ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ کتنے جادوگر بلوائے گئے؟ حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ پندرہ ہزار جادوگر تھے اور ہر ساحر کے پاس اس کی رسی اور لاٹھی تھی۔ سدی کا کہنا ہے کہ جادوگروں کی تعداد تیس ہزار تھی اور سب کے ساتھ رسی اور عصا تھا۔ ابن ابی برزہ کہتے ہیں کہ ستر ہزار جادوگر بلوائے گئے تھے، ستر ہزار رسیاں اور ستر ہزار لاٹھیاں سانپ بن کر رینگ رہے تھے---- [تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۳۷]

یہ لاٹھیاں اور رسیاں بالکل سانپوں میں یوں بدل گئی تھیں کہ لوگ ان کو اژدہوں کی صورت میں دیکھ رہے تھے، ایسے اژدہے جن کی آنکھیں تھیں، گردنیں، سر اور داڑھیں تھیں، لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈالا تو وہ ان سب کو یوں نگل کر چٹ کر گیا یہاں تک کہ اس میں سے کوئی چیز بھی نہ بچی اور قرآن مجید کے بقول:

فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ --- [الاعراف: ۱۱۷]

''انہوں نے جو جعل سازی کی تھی، وہ اسے نگلنے لگا''---

فرعون، اس کے وزراء، خلق خدا اور جادوگر کھلی آنکھوں کے ساتھ، سورج کی روشنی میں یہ سارا منظر دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ ثابت ہو گیا کہ یہ سحر نہیں بلکہ معجزہ ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے:

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ---[الاعراف:۱۱۸]

''چناں چہ سچ بات ثابت ہوگئی اور جو انہوں نے کیا تھا وہ باطل قرار پایا''---

جادوگروں کو یقین ہوگیا کہ یہ معجزہ ہے، اس کا مقابلہ کرنا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ تو نبوت کے ساتھ مختص اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی دلیل ہے۔ اس لیے وہ بے ساختہ سجدے میں گرے اور بول اٹھے:

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ، رَبِّ مُوْسٰی وَ ھٰرُوْنَ ---[الاعراف:۱۲۱،۱۲۲]

''ہم سب جہانوں کے پروردگار پر ایمان لے آئے جو کہ موسیٰ اور ہارون کا رب ہے''---

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ نے جادوگروں کے ایمان لانے اور سجدہ کرنے کی کیفیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

فالقی السحرۃ سجدا فما رفعوا رؤسھم حتیٰ راوا الجنۃ و النار و ثواب اھلھا---[تفسیر ابن کثیر، جلد۲، صفحہ۲۳۷]

''پس جادوگر سجدے میں گر پڑے اور سر اٹھانے سے پہلے پہلے انہوں نے جنت اور اس کے اجر وثواب کو دیکھ لیا اور دوزخ اور اس کے عذابوں کا مشاہدہ کرلیا''---

جب فرعون نے جادوگروں سے کہا کہ میں تمہاری ٹانگیں اور بازو توڑ کر پھانسی پر لٹکا دوں گا، تو انہوں نے صاف صاف کہہ دیا:

لَنْ نُّؤْثِرَکَ عَلٰی مَا جَآءَ نَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ---[طٰہٰ:۷۲]

''ہمارے پاس (نبوت کی) ان واضح نشانیوں کے آجانے کے بعد ان کے مقابلے میں اور جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اس کے مقابلے میں تجھے ہرگز ترجیح نہیں دیں گے، تجھے جو فیصلہ کرنا ہے کرلو''---

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ معجزے کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں ہوتا، اسی لیے قرآن کریم جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے، اس کے مقابلے میں کوئی کلام نہ لایا جاسکا اور مسیلمہ کذاب اور اس جیسے نبوت کے جھوٹے دعوے داروں نے جو کوششیں کیں، اہل علم اور عربی زبان کے ماہرین نے ان کو فضول کلام اور بکواس قرار دیا ہے۔ ان کی یہ تک بندی اب صرف تاریخی حوالے کے طور پر اور ان کذابوں کی مذمت کے لیے پیش کی جاتی ہے لیکن کوئی شخص اسے بطور کلام نہیں پڑھتا۔

معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کے لیے نبی بن کر تشریف لائے اور آپ کی نبوت و رسالت کا

زمانہ قیامت تک ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو معجزات کی کثرت سے نوازا اور ہر قسم کے معجزات عطا فرمائے تاکہ جہان کی ہر قسم کے لیے آپ کی ذات حجت اور دلیل قرار پائے اور کسی کو آپ کی نبوت میں شک نہ رہے۔آپ کو ایسے معجزات بھی عطا کیے گئے جو صرف اہل بصیرت اور فہم وفراست کے حامل افراد کو اپیل کر سکتے تھے اور اس قسم کے معجزات بھی دیے گئے جن سے سطحی علم رکھنے والا اور معمولی سمجھ بوجھ والا آدمی بھی فائدہ اٹھا کر آپ کی نبوت ورسالت کا یقین کر لے۔

پہلے انبیاء کے معجزات بھی حقیقت میں رسول اللہ ﷺ کے معجزے تھے، کیوں کہ وہ پہلی امتوں کو آپ ہی کا پیغام پہنچاتے رہے، انہوں نے آپ کی آمد کی بشارتیں دیں اور اپنی امتوں کو آپ کی پیروی کا حکم دیا۔حضور ﷺ کے امتیوں کی کرامات بھی آپ کے معجزے ہیں، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں معجزے کی تعریف میں بیان ہوا ہے کہ امتی کی کرامت اس نبی کا معجزہ ہوتی ہے، کیوں کہ کرامت سے نبی کی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے۔حضور ﷺ کی امت میں اولیاء کی کثرت ہے، اس طرح ولیوں کی کرامتیں بھی کثیر ہوئیں اور یہ سب آپ کے معجزے کہلاتے ہیں۔

پہلے انبیا کرام علیہم السلام کو ایک دو یا چند معجزات عطا ہوئے، حضور ﷺ سراپا معجزہ بن کر تشریف لائے۔ان انبیا کے معجزے قصۂ ماضی بن گئے اور حضور ﷺ کے معجزات کا ظہور قیامت تک ہوتا رہے گا اور اہل عالم فیض یاب ہوتے رہیں گے۔جیسا کہ قرآن کریم زندۂ جاوید معجزہ ہے اور آپ ﷺ کی سیرت پاک کے تذکرے کی کثرت اور سیرت طیبہ کی تاثیر سے لوگوں کا اسلام قبول کرنا وغیرہ بھی زندۂ جاوید معجزے ہیں۔

حضور ﷺ کے معجزات کی تعداد

جو معجزات براہ راست حضور ﷺ سے ظاہر ہوئے ان کی تعداد امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے ایک ہزار بتائی ہے۔امام نووی علیہ الرحمۃ جو صحیح مسلم شریف کے شارح ہیں، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات کی تعداد ایک ہزار دو سو (۱۲۰۰) ہے۔بعض علماء کے نزدیک ان کی تعداد تین ہزار (۳۰۰۰) ہے---[فتح الباری، جلد۲، صفحہ۵۸۲،۵۸۳، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ]

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معجزات کی تعداد پر بحث کرتے ہوئے ایک عجیب نکتہ ارشاد فرمایا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے:

"کفار کو کسی ایک سورت کا مثل لانے کے لیے چیلنج کیا گیا ہے اور سب سے چھوٹی سورت الکوثر ہے۔اس چیلنج کی روشنی میں اگر یہ پیمانہ بنالیں کہ اس سورہ کے دس کلمات ہیں اور قرآن کریم کے کلمات کی مجموعی تعداد تقریباً ستر ہزار ہے۔اب سورہ کوثر کے دس کلمات کو کم از کم چیلنج کیا گیا یونٹ تسلیم کر کے پورے قرآن کریم کو

دس دس کلمات کے یونٹوں میں تقسیم کرنا چاہیں تو دس سے ستر ہزار کو تقسیم کریں گے، اس کا جواب سات ہزار بنتا ہے۔ گویا قرآن کریم اکیلا ہی سات ہزار معجزوں پر مشتمل ہے"---[الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، جلد ا، صفحہ ۲۴۴]

معجزات کی اقسام

بنیادی طور پر معجزے کی دو قسمیں ہیں:

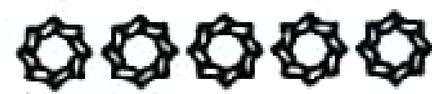
(۱)......معنوی معجزات (۲)......حسی معجزات

معنوی معجزات

معنوی معجزات وہ ہیں جن کے سمجھنے کے لیے عقل و فہم کی ضرورت ہوتی ہے اور صرف دانش ور طبقہ اور اہل بصیرت ہی ان معجزات کو سمجھ سکتے ہیں۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق اور باطنی محاسن و کمالات کا معجزہ یا جیسے قرآن مجید کا معجزہ بن کر آنا۔ یوں ہی حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ کے الفاظ و معانی بھی آپ کا معنوی معجزہ ہیں اور آپ کی امت کی کثرت بھی معجزہ ہے۔

حسی معجزات

حسی معجزات وہ ہیں جن کو معمولی عقل و فہم کا انسان بھی بخوبی جان لیتا ہے کیوں کہ ان کو حواس خمسہ کے ذریعے پہچانا جا سکتا ہے۔ جیسے معجزۂ شق القمر اور انگلیوں سے پانی جاری ہونا وغیرہ۔ حسی معجزات خاص طور پر ان لوگوں کے لیے ظاہر ہوتے ہیں جو معنوی اصول و قوانین کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور ان کے پاس یا تو سطحی علم ہوتا ہے یا مزاج میں ضد اور عناد کا مادہ پایا جاتا ہے۔



"نعت سرور کونین ﷺ"

ان کی نگاہِ رحمت، ان کے کرم کا صدقہ
کرتا ہوں ان کی مدحت، مجھ کو ملا یہ جذبہ

بعدِ خدا بزرگ ہیں سرکار بالیقین
کتنا بلند تر ہے میرے نبی کا رتبہ

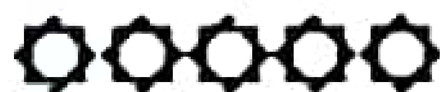
جن و بشر کو دیکھا، ذات نبی پہ شیدا
تسکینِ قلب و جاں ہے، خیر الوریٰ کا طیبہ

خلد بریں کی حوریں، گاتی ہیں ان کے نغمے
شمس و قمر میں پایا، نور خدا کا جلوہ

دنیا کے سیم و زر کی حاجت نہیں ہے مطلق
جامِ نبی کا گر مجھے مل جائے ایک قطرہ

آنکھوں میں ان کے جلوے، لب پہ ہیں ان کی نعتیں
پیشِ نظر ہے نوری، سوہن نبی کا روضہ

مولانا محمود احمد نوری



محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(صاحبزادہ) محمد ظفر الحق بندیالوی

لفظ محبت کی حقیقی اور حتمی تعبیر آج تک بیان نہیں ہو سکی، ہر کسی نے اپنی ذہنی بساط کے مطابق اس کے معانی بیان کیے ہیں، لیکن ہر دانا اور بینا اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ چار حروف کا یہ مجموعہ اپنے اندر سمندر سے زیادہ گہرائی اور کائنات سے زیادہ وسعت، بھڑکتی آگ کے شعلوں سے زیادہ تپش، آفتاب و ماہتاب سے زیادہ نورانیت، گلاب کی پنکھڑی سے زیادہ نزاکت اور قطرۂ شبنم سے زیادہ لطافت، موجوں سے بڑھ کر روانی، دریاؤں سے بڑھ کر طغیانی، پروانے سے بڑھ کر درد، شمع سے بڑھ کر گداز، آبشاروں سے بڑھ کر ترنم اور بلبل سے بڑھ کر میٹھا تکلم رکھتا ہے---

مختلف ارباب علم و دانش نے محبت کی مختلف تعریفیں کی ہیں--- انگلش کے بہت بڑے رائٹر شکسپیئر نے محبت کے متعلق یوں اظہار خیال کیا:

God is love and love is God.---

"خدا محبت ہے اور محبت خدا ہے"---

فرانسس بیکن نے کہا:

It is impossible to love and be wise.---

''یہ ناممکن ہے کہ انسان محبت بھی کرے اور عقل مند بھی رہے''---

ایک اور مغربی مفکر کا خیال ہے:

It is an attraction between two souls.---

''محبت دو روحوں کے درمیان کشش کا نام ہے''---

مصور پاکستان علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے محبت کے متعلق یوں اظہار خیال فرمایا:

چمک تارے سے مانگی ، چاند سے داغ جگر مانگا
اڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زلف برہم سے
تڑپ بجلی سے پائی ، حور سے پاکیزگی پائی
حرارت لی نفس ہائے مسیح ابن مریم سے
ذرا سی پھر ربوبیت سے شان بے نیازی لی
ملک سے عاجزی ، افتادگی تقدیر شبنم سے
پھر ان اجزاء کو گھولا چشمۂ حیوان کے پانی میں
مرکب نے محبت نام پایا عرش اعظم سے

ابن قیم کہتے ہیں:

''محبت کی جتنی تعریف کی جائے اتنی تعریف الجھتی رہے گی، محبت کی تعریف ہے کہ محبت محبت ہے''---

امام احمد قسطلانی نے محبت کی تشریح یوں کی ہے:

وَ الْمُرَادُ اَنْ تَهَبَ اِرَادَتَکَ وَ اَفْعَالَکَ وَ نَفْسَکَ وَ مَالَکَ وَ وَقْتَکَ لِمَنْ تُحِبُّهٗ---

''محبت یہ ہے کہ تو اپنے ارادے، اپنے افعال، اپنی جان، اپنے مال اور اپنے وقت کو محبوب کے قدموں پر نچھاور کر دے''---

آگے فرماتے ہیں:

اَلْعِشْقُ اِفْرَاطُ الْحُبِّ---

''محبت کی انتہا کو عشق کہتے ہیں''---

محبت درحقیقت کیفیات کا بحر بیکراں ہے، جذبات کا سیل رواں ہے، تخلیق کائنات کا محرک ہے، حسن کائنات کا جوہر ہے، نظم کائنات کا جوہر ہے، شخصیت انسانی کا زیور ہے، خالق کائنات کا

نور ہے، پیغمبر اعظم ﷺ کا منشور ہے، امن عالم کی ضمانت ہے، ایمان واسلام کی علامت ہے، علم وعمل کی معراج ہے، عبادت وریاضت کا نچوڑ ہے---

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

محبت کے متعلق سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ملاحظہ ہو:

حُبُّكَ الشَّيْئَ يُعْمِيْ وَ يُصِمُّ---[مسند امام احمد]

''تمہیں کسی شئے کی محبت اندھا بھی کر دیتی ہے اور بہرا بھی کر دیتی ہے''---

مطلب یہ کہ محبّ کی آنکھیں محبوب کے عیب دیکھنے سے اندھی ہو جاتی ہے اور اس کے کان محبوب کی عیب جوئی سننے سے بہرے ہو جاتے ہیں یعنی محبت کی یہ نشانی ہے کہ محبّ کو محبوب کا عیب نہ تو نظر آتا ہے اور نہ ہی وہ کسی سے محبوب پر تنقید سن سکتا ہے---

محبت کی دوسری نشانی سرکار دو جہاں ﷺ نے یہ بیان فرمائی:

مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا فَاَكْثَرَ ذِكْرَهٗ---[زرقانی علی المواہب، جلد ۹، صفحہ ۳۱۴]

''جس کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اس کا ذکر اکثر کرتا ہے''---

اب عقل یہ سوال کرتی ہے کہ محبت رسول ﷺ کیوں ضروری ہے؟---قرآن کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ آبَاءُكُمْ وَ اَبْنَآءُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾---[سورۃ توبہ، ۲۴]

''(اے محبوب!) فرما دیجیے اگر تمہارے باپ، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان (یہ چیزیں) تمہیں اللہ، اس کے رسول ﷺ اور جہاد کی محبت سے زیادہ پیاری ہوں تو پھر راستہ دیکھو، یہاں تک کہ اللہ تم پر اپنا امر لائے''---

قرآن کریم کی دوسری آیت میں ہے:

﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾---[سورۃ محمد، ۳۳]

عربی میں ایک لفظ اتباع ہے اور ایک اطاعت ہے، اتباع کا معنی پیروی کرنا ہے جو لالچ میں بھی ہو سکتی ہے، منافقانہ طور پر بھی ہو سکتی ہے اور خوف میں بھی ہو سکتی ہے لیکن اطاعت ''طوع''

سے ہے، جس کا متضاد ''کَرْھًا'' ہے، جس کا معنی ہے ''بادل نخواستہ'' اور پھر ''طوعًا'' کا معنی ہوا کسی سے محبت کرتے ہوئے اس کی پیروی کرنا---اس آیت کا پھر معنی یہ ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتے ہوئے ان کی بات مانو---قرآن کریم کی تیسری آیت ہے:

﴿مَا کَانَ لِاَھْلِ الْمَدِیْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَھُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِھِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ﴾---[سورۃ توبہ، ۱۲۰]

''مدینہ والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کے لائق نہ تھا کہ رسول اللہ (ﷺ) سے پیچھے بیٹھے رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں''---

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ اپنی جان کو سرکار دو عالم ﷺ کی جان اطہر سے پیارا نہ سمجھنا چاہیے بلکہ آپ کی جان اپنی جان سے بھی عزیز تر ہونی چاہیے---حضرت سیدنا انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ مَّالِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ نَفْسِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ---[صحیح بخاری، صفحہ ۷]

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے مال، اولاد، جان اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''---

حضور اکرم ﷺ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا، تمہیں مجھ سے کتنی محبت ہے؟---انہوں نے نہایت غور و فکر کے بعد عرض کیا:

لَاَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِلَّا نَفْسِیْ---

''یارسول اللہ! آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں''---

اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْکَ مِنْ نَّفْسِکَ---

''ہرگز نہیں، مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی محبوب نہ ہو جاؤں (تم ایمان میں کامل نہ ہو سکو گے)''---

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ!

وَ اللّٰهِ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ---

''اب تو آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں''---

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْآنَ یَا عُمَرُ......---

[صحیح بخاری، کتاب الایمان و النذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ]

''اے عمر! اب تیرا ایمان کامل ہو گیا''---

قارئین کرام! انسان کو سب سے زیادہ محبت اپنی ذات سے ہوتی ہے مگر اس حدیث پاک نے یہ واضح کر دیا کہ اگر کوئی شخص کامل ایمان چاہے تو سرکار دو جہاں ﷺ سے اپنی ذات سے بھی بڑھ کر محبت کرے---

شریعت مصطفیٰ ﷺ کا اصول ہے کہ جو شخص جس سے محبت کرے گا، اس کو اس کی رفاقت نصیب ہوگی---حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا، یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟---آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا اَعْدَدْتَ لَھَا---

''تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟''---

اس شخص نے عرض کی:

مَا اَعْدَدْتُ لَھَا مِنْ کَثِیْرِ صَلَاۃٍ وَ لَا صَوْمٍ وَ لَا صَدَقَۃٍ وَ لٰکِنْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ---

''میں نے روز قیامت کے لیے زیادہ نمازوں، روزوں، صدقات کے ساتھ تیاری نہیں کی لیکن اللہ اور اس کے رسول (جل جلالہ و ﷺ) سے محبت کرتا ہوں''---

آپ ﷺ نے فرمایا:

اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ---[صحیح بخاری، کتاب الادب، باب علامۃ الحب فی اللہ/ کتاب الاحکام، باب القضاء و الفتیا فی الطریق]

''تو اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا''---

اس مبارک اصول پر صحابہ رضی اللہ عنہم جس قدر خوش ہوئے اس کا بیان حضرت انس رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

فَمَا فَرِحْنَا بِشَیْءٍ فَرِحْنَا بِقَوْلِ النَّبِیِّ ﷺ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ---

''آج تک ہم کبھی اتنے خوش نہیں ہوئے جتنے آپ ﷺ کا یہ فرمان سن کر ہوئے کہ محب، محبوب کے ساتھ ہوگا''---

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبُّ نَبِیِّکُمْ وَ حُبُّ اَهْلِ بَیْتِهٖ وَ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ---

"اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ، اپنے پیارے آقا ﷺ کی محبت، اہل بیت کی محبت اور قرآن کا پڑھنا"---

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ نَفْسِهٖ---

[زرقانی علی المواہب، جلد ۶، صفحہ ۳۱۳/شرح شفا للقاری، جلد ۲، صفحہ ۳۵]

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کی جان سے زیادہ اس کو محبوب نہ ہو جاؤں"---

عقل انسانی یہ سوال کرتی ہے کہ محبت ہوتی کیوں ہے؟---تو اہل دل یہ کہتے ہیں کہ یا تو کوئی شخص جو صاحب علم و کمال ہو تو انسان اس سے محبت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، یا کوئی شخص صاحب حسن و جمال ہو تو دوسرا شخص اس سے محبت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، یا کوئی شخص صاحب مال و منال ہو تو پھر دوسرا شخص اس سے محبت کرنے لگتا ہے---اللہ رب العزت نے فخر موجودات جناب احمد مجتبیٰ ﷺ کو صاحب علم و کمال بھی بنایا، صاحب مال و منال بھی بنایا اور صاحب حسن و جمال بھی بنایا---تا کہ اگر کوئی علم و کمال کو پسند کرنے والا ہو تو وہ بھی محبوب خدا ﷺ سے محبت کرنے پر مجبور ہو جائے یا اگر کوئی حسن و جمال کا طلب گار ہو تو وہ بھی محبوب خدا ﷺ کو اپنا محبوب بنانے پر مجبور ہو جائے یا اگر کوئی مال و منال کو چاہنے والا ہو تو وہ بھی اپنی جبین نیاز آپ ﷺ کے در پر جھکانے پر مجبور ہو جائے---علم و کمال کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں عرض کرتا ہوں:

دنیا میں بڑے بڑے عالم موجود ہیں، ایک سے بڑھ کر ایک عالم موجود ہے، قرآن کہتا ہے:

﴿فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ﴾---[سورۃ یوسف، ۷۶]

"ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا موجود ہے"---

اس لیے کوئی شخص سب سے زیادہ عالم ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا---اس کائنات پست و بالا میں علم کے کمال کا یہ سفر جس سینہ پر جا کر ختم ہو جاتا ہے، وہ سینۂ مصطفیٰ ﷺ ہے---سینۂ مصطفیٰ ﷺ فقط سینہ نہیں بلکہ علم کا گنجینہ بھی ہے---علم مصطفیٰ ﷺ کے متعلق قرآن کہتا ہے:

﴿عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ

عَظِیْمًا﴾---[سورۃ نساء،۱۱۳]

"(اے محبوبﷺ!) آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے ہم نے آپ کو جتادیا اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے"---

اس آیت کے ماتحت عظیم مفسر "ابن جریر" لکھتے ہیں:

عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ، مِنْ خَبَرِ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ وَ مَا کَانَ وَ مَا ھُوَ کَائِنٌ---

"(اے محبوب!) اولین کی خبروں، آخرین کی خبروں اور جو کچھ ہوگیا اس سے اور جو کچھ ہونے والا ہے اس سے، آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے، ہم نے آپ کو جتادیا"---

درس نظامی میں شامل تفسیر جلالین میں اسی آیت کے ماتحت موجود ہے:

وَ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ، مِنَ الْاَحکَامِ وَ الْغَیْبِ---

"(اے محبوب!) احکام اور غیب کی باتوں سے آپ جو کچھ نہ جانتے تھے، ہم نے آپ کو جتادیا"---

صحیح بخاری میں حدیث ہے:

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَائِمًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَ اَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ---

"حضرت عمر﷛ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوئے، پس آپ ﷺ نے ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک سب کی خبریں ہمیں دے دیں"---

اتنے عظیم علم کے باوجود حضور اکرم ﷺ کے علم کی اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں ہوسکتی جو سمندر کے ساتھ ایک قطرے کو ہوتی ہے--- کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے، غیر متناہی ہے، غیر ممکن الفناء ہے اور حضور اکرم ﷺ کا علم حادث، عطائی، متناہی اور ممکن الفناء ہے---

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو حسن و جمال کے لحاظ سے بھی کامل بنایا--- اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ الضُّحٰی﴾---

مفسرین کہتے ہیں کہ یہ درحقیقت چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی قسم ہے---

﴿وَ الَّیْلِ﴾---

یہ درحقیقت زلف مصطفیٰ ﷺ کی قسم اللہ تعالیٰ نے یاد فرمائی ہے اور قرآن میں کہیں فرمایا:

﴿سِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾---[سورۃ الاحزاب،۴۶]

''میرا محبوب چمکتا ہوا سورج ہے''---

اور کہیں فرمایا:

﴿قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ﴾---[سورۃ المائدہ،۱۵]

''لوگو! تمہاری طرف نور (محمد ﷺ) اور روشن کتاب آ گئی''---

حضرت جابر سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

چودھویں کی رات تھی، چاند پوری آب و تاب سے روشنی بکھیر رہا تھا اور ادھر محبوب خدا ﷺ یمنی سرخ ڈوروں والی چادر اوڑھ کے بیٹھے تھے:

رَأَیْتُ اِلَیْهِ وَ اِلَی الْقَمَرِ فَهُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ---

''میں نے چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کو بھی دیکھا اور چاند کو بھی دیکھا لیکن حضور اکرم ﷺ چاند سے کہیں زیادہ حسین تھے''---

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا ہے:

چہرے پہ ہے قرباں شمس و قمر
زلفوں پہ تصدق شام و سحر
رخساروں پہ ٹھہرے کس کی نظر
تیرے منہ کی جلا کا کیا کہنا

زرقانی اور مواہب اللدنیہ میں روایت موجود ہے:

لَمْ یَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لِاَنَّهٗ لَوْ ظَهَرَ تَمَامُ حُسْنِهٖ لَمَا طَاقَتْ اَعْیُنُنَا رُؤْیَتَهٗ---

''حضور اکرم ﷺ کا تمام حسن ظاہر نہ ہوا، اگر آپ ﷺ کا تمام حسن ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھیں دیکھنے کی تاب نہ لا سکتیں''---

مولوی اشرفعلی تھانوی اپنی کتاب ''نشر الطیب'' میں لکھتے ہیں:

لَمْ یَظْهَرْ جَمَالُهٗ کَمَا هُوَ---

''جس طرح آپ ﷺ کا حسن تھا، اس طرح ظاہر نہ ہوا''---

اور مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند ''قصائد قاسمی'' میں لکھتے ہیں:

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
کوئی تجھ کو کیا سمجھے بجز ستار

''یارسول اللہ! آپ کے حسن پر بشریت کا پردہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے بغیر آپ ﷺ کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا''---

اللہ رب العزت نے مال ومنال کے لحاظ سے بھی اپنے محبوب ﷺ کو تمام مخلوق میں یکتا بنایا---ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ﴾---[سورۃ والضحیٰ، ۱۰]

''(اے محبوب!) کسی بھی سائل کو مت جھڑکو''---

سائل پر الف لام یا تو جنس کا ہوگا یا استغراق کا ہوگا، اگر سائل پر الف لام جنس کا ہو تو معنی ہوگا کہ سائل جو بھی سوال کرے اسے عطا کردو اور مت جھڑکو---اگر الف لام استغراق کا ہو تو معنی ہوگا کہ اگر سارے سائل اکٹھے ہو کر آجائیں تو پھر بھی مت جھڑکو، کیوں کہ:

﴿اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ﴾---

''(اے محبوب!) ہم نے تمہیں خیر کثیر عطا کردیا''---

اور مشکوٰۃ میں حدیث موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

یَا رَبِیْعَۃُ سَلْ---

''اے ربیعہ! مانگو''---

انہوں نے عرض کیا:

اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ---

''یارسول اللہ! میں جنت میں آپ ﷺ کی معیت مانگتا ہوں''---

اس حدیث کے ماتحت مسلم فریقین شخصیت حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''سل فرمودند ونفرمود فلاں چیز سل، ازیں معلوم می شود ہمہ چیز در دست ہمت اوست ہر کسے کہ خواہند ہر قدر کہ خواہند باذن خداوندی می دہند''---

''حضور اکرم ﷺ نے ''سَلْ'' فرمایا اور یہ نہ فرمایا کہ فلاں چیز مانگو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اشیاء ان کے دست ہمت میں ہیں، جسے چاہیں، جس قدر

چاہیں، اللہ تعالیٰ کے اذن سے عطا کر سکتے ہیں"----

ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مواہب اللدنیہ، زرقانی، طبرانی اور نشر الطیب میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ ایک اندھے صحابی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عطا کرے---آپ ﷺ نے فرمایا، دو رکعت نماز نفل پڑھ کر یہ دعا مانگو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ---

اس دعا کے مانگنے کی دیر تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بینائی عطا فرما دی---سلف صالحین ہر دور میں حضور اکرم ﷺ کی اپنی بتائی ہوئی اپنے وسیلہ سے یہ دعا مانگتے رہے ہیں، یہ دعا آج بھی ہر جائز مقصد کے لیے مجرب ہے---

جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علم و کمال، حسن و جمال اور مال و منال میں کامل بنا دیا تو کائنات کی ہر شے آپ ﷺ سے محبت کرنے لگی، حتیٰ کہ کھجور کا خشک تنا آپ ﷺ کے ہجر میں رونے لگا اور آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ---

"احد ایک پہاڑ ہے، جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں"---

عشق مصطفیٰ ﷺ کے ثمرات

عذاب الٰہی سے نجات کا ذریعہ

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآءُکُمْ وَ اَبْنَآءُکُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾---[سورۃ توبہ،۲۴]

"اگر تمہارے باپ، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان (یہ چیزیں) تمہیں اللہ، اس کے رسول ﷺ اور جہاد کی محبت سے زیادہ پیاری

ہوں تو پھر راستہ دیکھو، یہاں تک کہ اللہ تم پر اپنا امر لائے"---

قارئین! یہاں امر سے مراد عذاب ہے، یعنی اگر ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضگی سے بچنا چاہتے ہیں تو اپنے باپ، اولاد، بھائی، بیوی، کنبہ، مال، مکان، ہر ایک چیز کی محبت کو خدا و مصطفیٰ (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت پر قربان کر دیں ورنہ عذاب الٰہی کا انتظار کریں---

قبر میں نجات کا ذریعہ

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے، قبر میں پہلا سوال ہوگا:

مَنْ رَّبُّکَ--- "تیرا رب کون ہے؟"---

اگر عقیدہ و عمل درست ہوا تو جواب دے گا:

رَبِّیَ اللّٰہُ--- "میرا رب اللہ ہے"---

پھر دوسرا سوال ہوگا:

مَا دِیْنُکَ--- "تیرا دین کیا ہے؟"---

اگر عقیدہ و عمل درست ہوا تو جواب دے گا:

دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ--- "میرا دین اسلام ہے"---

اگر دونوں سوالوں کا جواب صحیح بھی دے دے، پھر بھی اس کی نجات نہ ہوگی، جب تک تیسرے اور اہم سوال کا جواب نہ دے--- تیسرا سوال صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۸۴/ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۱۴۵ پر موجود ہے:

مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ---

"اس ہستی کے متعلق تو کیا کہتا ہے"---

یعنی قبر والے کو سامنے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرایا جائے گا اور فرشتہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہے گا:

مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ---

اب عقل انسانی سوال کرتی ہے کہ جب ہم نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں تو قبر میں پہچان کیسے ہوگی؟---تو علماء نے اس کا جواب دیا ہے کہ مومن کے دل میں کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہوتی ہے--- پہچان اس محبت کی وجہ سے ہوگی، محبت خود پکارے گی یہ تیرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اب نتیجہ کلام یہ نکلا کہ قبر میں نجات، پہچان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگی اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان محبت سے ہوگی، گویا محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نجات کا ذریعہ ہوگی---

ایمان کی حلاوت

ثَـلَاثٌ مَـنْ کُـنَّ فِیْـهِ وَجَدَ حِـلَاوَةَ الْاِیْمَانِ اَنْ یَکُوْنَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَ اَنْ یُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَ اَنْ یَکْرَهَ اَنْ یَعُوْدَ فِی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَهُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ---[صحیح بخاری، صفحہ ۷]

''جس میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی حلاوت پالے گا، ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کو تمام ماسوا سے زیادہ پیارے ہوں، دوسری یہ کہ وہ کسی آدمی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے اور تیسری یہ کہ وہ کفر میں لوٹ جانا اس قدر برا سمجھے جیسے آگ میں پھینکے جانے کو برا سمجھتا ہے''---

قارئین کرام! اس حدیث پاک سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جب تک ایک مسلمان کہلانے والے کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہر چیز کی محبت سے زیادہ نہ ہو، وہ ایمان کی حلاوت پا ہی نہیں سکتا---

قیامت میں رفاقت مصطفی ﷺ کا ذریعہ

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کرتے ہیں:

وَ اللّٰهِ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَ مَالِیْ وَ وَلَدِیْ وَ اَهْلِیْ لَوْ لَا اَنِّیْ آتِیْکَ لَرَاَیْتُ اَنْ اَمُوْتَ---[مواہب اللدنیہ]

''اللہ کی قسم! آپ ﷺ مجھے میری جان، مال، اولاد اور گھر والوں سے زیادہ محبوب ہیں، اگر میں آپ ﷺ کے پاس نہ آؤں تو آپ ﷺ دیکھیں گے کہ میں مر جاؤں گا''---

یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگے، حضور اکرم ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کیا، مجھے ایک غم ہے کہ یہاں جب بھی آپ ﷺ کے دیدار کی خواہش ہوتی ہے، آپ کی زیارت کر لیتا ہوں، قیامت میں آپ کی زیارت کیسے ہوگی؟---حضور اکرم ﷺ ابھی خاموش ہیں کہ سیدنا جبریل امین علیہ السلام آ گئے اور وحی سنائی:

﴿مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ﴾---[سورۃ النساء، ۶۹]

''جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں، قیامت والے

دن وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین''۔۔۔

دوسری حدیث شریف صحیح بخاری شریف میں ہے، جو پہلے گزر چکی ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

''قیامت کب آئے گی؟''۔۔۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟''۔۔۔

اس نے عرض کیا:

''میں نے قیامت کے لیے زیادہ نمازوں، روزوں اور صدقات کے ذریعے تیاری نہیں کی، بس اتنی بات ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں''۔۔۔

تو اس کے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔۔۔

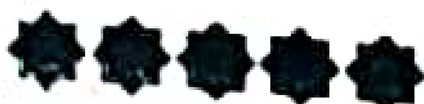
''تو اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا''۔۔۔

اس حدیث سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے وہ روز قیامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔۔۔

حصول جنت کا ذریعہ

رُوِیَ اَنَّ امْـرَاَۃً مُسْرِفَۃً عَلٰی نَفْسِھَا رُئِیَتْ بَعْدَ مَوْتِھَا، فَقِیْلَ لَھَا مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکِ؟ قَالَتْ غَفَرَلِیْ، قِیْلَ بِمَا ذَا؟ قَالَ بِمَحَبَّتِیْ لِنَبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ نُوْدِیْتُ اَنَّ مَنِ اشْتَھَی النَّظْرَ اِلٰی حَبِیْبِنَا نَسْتَحْیِیْ اَنْ نَذِلَّہٗ بِعِتَابِنَا......۔۔۔[المواھب اللدنیہ]

''روایت کیا گیا ہے کہ ایک گنہگار عورت کو موت کے بعد خواب میں دیکھا گیا، اس سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟۔۔۔ اس نے کہا، مجھے بخش دیا گیا، کہا گیا، کس وجہ سے؟۔۔۔ اس نے کہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اور ندا دی گئی کہ جو شخص خواہش رکھتا ہے کہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے (محبت رکھتا ہے) ہمیں شرم آتی ہے کہ اسے عذاب دے کر ذلیل کریں''۔۔۔



وہ محبوبِ خدا ہیں، وجہِ تخلیقِ دو عالم ہیں

رواں ہے کاروانِ رنگ و بو، سرکار کے دم سے
دو عالم کی رگوں میں ہے لہو، سرکار کے دم سے
کریں ہم کیوں نہ اپنی آبرو سرکار پر قرباں
کہ قائم ہے ہماری آبرو، سرکار کے دم سے
وہ محبوب خدا ہیں، وجہِ تخلیقِ دو عالم ہیں
ہوئے آباد سارے کاخ و کو، سرکار کے دم سے
انھی کے نور سے یہ محفلِ ہستی ہوئی روشن
چراغاں ہے جہاں میں چار سو، سرکار کے دم سے
لگن بخشی ہمیں سرکار نے ابطالِ باطل کی
شعار اپنا ہے حق کی جستجو سرکار کے دم سے
رسول پاک کی نعتیں نہ کیوں محمود ہم گائیں
ملا ہے ہم کو ذوقِ گفتگو، سرکار کے دم سے

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

راجا رشید محمود

